عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی!!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ غزالی

جماد الاخریٰ ۱۴۳۶ھ / اپریل ۲۰۱۵ء

Reg No. P476

جلد: سیزدھم

شمارہ: 8

فہرست

عنوان	صاحبِ مضمون	صفحہ نمبر
۱۔ حاجی خیال محمد صاحب داوڑ کی وفات	حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم	۱
۲۔ ختمِ نبوت	شمس الدین صاحب	۱۰
۳۔ ملفوظاتِ شیخ (قسط۔۶۷)	ظہور الٰہی فاروقی صاحب	۳۳
۴۔ خطوط	فہیم صاحب، ڈاکٹر یاسر نسیم صاحب	۴۰
۷۔ نمازیں (قسط۔۵)	قاضی فضل واحد صاحب	۴۵

فی شمارہ : -/15 روپے

سالانہ بدل اشتراک : -/200 روپے

ملنے کا پتہ : پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای۔میل : physiologist72@hotmail.com
saqipak99@gmail.com

ویب سائٹ : www.darwaish.org

رسالہ جاری کروانے اور بذریعہ موبائل ترسیلِ زر کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں 0313 979 2537

(موبائل فون سے ترسیل زر کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی 'U پیسہ' کی دوکان سے دئے گئے فون نمبر پر پیسے بھیج دیں۔ یہ پیسے یہاں اسی موبائل کی دوکان سے رسالہ کا منتظم وصول کرلے گا۔ اس پر کچھ ٹیکس بھی ہے جو مبلغ دوسو روپے کے علاوہ ہوگا)

تمام گزشتہ شمارے ویب سائٹ پر دستیاب ہیں۔

حاجی خیال محمد صاحب داوڑ کی وفات

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم)

ایک گوشہ نشین اور گمنام روحانی شخصیت جناب حاجی خیال محمد صاحب داوڑ وفات پاگئے۔ کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ وہ پاکستان کا تاریخی اور روحانی سرمایہ اور اثاثہ (Asset) تھے۔ تاریخی سرمایہ تو ایسے تھے کہ ۱۹۴۶ء میں اسلامیہ کالج پشاور میں ایف ایس سی سال دوم کے طالب علم تھے کہ مسلم لیگ کی طلبا کی شاخ مسلم سٹوڈنٹس آرگنائیزیشن کے ممبر بن گئے اور تحریک پاکستان میں زوردار حصہ لیا۔ مجھ سے ایک دفعہ کہا کہ اسلامیہ کالج کے گراؤنڈ میں جب مسلم لیگ کا جلسہ ہوا اور قائداعظم نے چندے کی اپیل کی تو میں نے اپنی نئی کراکلی، جو اس زمانے میں دس روپے میں خریدی گئی تھی، اچھال کر سٹیج کی طرف چندے میں پھینکی۔ واضح رہے کہ اس وقت سونا چالیس تا پچاس روپے تولہ ہوگا۔ اس کے جواب میں قائداعظم نے کہا:

> 'From the innocent feelings of this chap I am encouraged that I will win Pakistan.'

یعنی اس لڑکے کے معصوم جذبات سے مجھے حوصلہ ملا کہ میں پاکستان ضرور لے کر رہوں گا۔ اس پر ریاستِ چترال کے والی مہترِ چترال اُٹھے اور انھوں نے قائداعظم سے درخواست کی کہ یہ ٹوپی مجھے عطا کی جائے۔ اس کے بدلے انھوں نے ایک ہزار کا چیک لکھ کر قائداعظم کو دے دیا۔ خیال محمد صاحب کی طبیعت مزاحیہ تھی، مزاحاً فرماتے تھے: ''ٹوپی ہماری گئی اور ملک تمہیں ملا۔''

قائداعظم کا قیام اسلامیہ کالج کے عثمانیہ ہاسٹل کے ایک کمرے میں رکھا گیا اور مسلم سٹوڈنٹ گارڈ کے طور پر پہرے پر رات کو خیال محمد صاحب کی ہی ڈیوٹی لگی۔ انھوں نے خود مجھے بتایا کہ میں نے تہیہ کرلیا کہ جب تک قائداعظم نہیں سوتے، میں بھی بیٹھا رہوں گا۔ وہ تقریباً رات کے دو

بجے تک کام کرتے رہے، میں تھوڑی دیر کے بعد جھانک کر دیکھتا، میں نے خود انھیں عشاء کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ پاکستان بن جانے کے بعد میں ایف ایس سی کر چکا تھا کہ قائداعظم کا بنوں کا دورہ ہوا۔ اپنے شوق اور محبت کی وجہ سے میں بھی استقبال کے لئے گیا۔ جوں وہ اترے میں چھلاوے کی طرح چھلانگیں لگا تا ان کے قریب پہنچ گیا۔ نو عمر ہونے کی وجہ سے مجھے اس بات کا پتہ ہی نہیں تھا کہ اب وہ پاکستان کے گورنر جنرل ہیں اور ان سے ملنے پر سیکورٹی کی پابندیاں ہیں۔ سیکورٹی والے آگے بڑھے اور مجھے روکنا چاہا، اتنے میں قائداعظم نے دیکھ لیا، انھوں نے فوراً پکارا: ''مسٹر خیال محمد!'' میں نے کہا: ''جی سر!'' سیکورٹی والوں کو تسلی ہوئی کہ ان کا واقف ہے۔ جب میں ملا تو انھوں نے اپنے اے ڈی سی سے کہا:

'Is this chap fit for selection in Kakul as a cadet?'

(یعنی کیا یہ لڑکا کاکول میں کیڈٹ منتخب ہونے کے لئے فٹ ہے؟) اے ڈی سی نے کہا:

'Why not Sir, if you say!' (کیوں نہیں جناب اگر آپ فرمائیں)

قائداعظم نے فوراً کہا: 'No! According to rules.'

(یعنی میرے کہنے پر نہیں بلکہ قوانین کے مطابق) اس پر خیال محمد صاحب کو ٹیسٹ اور انٹرویو کے لئے بھیج دیا گیا اور وہ قوانین کے مطابق کیڈٹ منتخب ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ میں ٹریننگ میں شامل ہو گیا، کیپٹن ضیاء الحق (بعد میں صدرِ پاکستان) میرے ٹریننگ انسٹرکٹر تھے، چونکہ میں موٹرسائیکل چلانا جانتا تھا اس لئے ایبٹ آباد سے ڈاک لانا لے جانا میرے ذمے تھا، ایک دفعہ واپس آتے ہوئے حادثہ ہو گیا اور میری کلائی کی ہڈی ٹوٹ گئی جو جُڑ نہ سکی (non-union)، اس بنا پر مجھے فوج چھوڑنا پڑی، گھر واپس آیا تو اپنے گاؤں کے قریب ہی میران شاہ میں پولیٹیکل ایجنٹ کے دفتر میں سٹینوگرافر کی ملازمت مل گئی، گھر میں رہتے ہوئے یہ بہت آسودہ ملازمت تھی جس میں اعزاز بھی تھا اور گزراوقات کے حالات بھی تھے، اسی دوران ایک دفعہ فضلِ حق، جو بعد میں گورنر بنا، کے

والد صاحب بھی پی اے رہے اور فضلِ حق چھوٹے لڑکے کی طرح ہمارے ہاتھوں میں پلا، اس کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر صوبہ سرحد بننے کے بعد جب میں ملنے کے لئے گیا تو عملہ حیران ہو رہا تھا کہ یہ بابا کیسے ملے گا، جب فضلِ حق کو پتہ چلا تو بہت اعزاز سے ملا اور رخصت ہوتے وقت دس ہزار روپے کا شکرانہ دیا جبکہ اس زمانے میں سونا چھ سو روپے تولہ تھا۔

دورانِ ملازمت دل کی تکلیف ہوگئی، علاج کے لئے پریشانی تھی، خواب میں حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کی زیارت ہوئی۔ انھوں نے فرمایا: ''آپ کے قریب ہُرمز گاؤں میں میرا خلیفہ مولانا عبدالحمید ہرمزی ہے، آپ کو ان کے حوالے کرتا ہوں، بروز قیامت وہ آپ کی تربیت کے ذمہ وار ہوں گے۔'' میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، پہنچتے ہی انھوں نے چاول اور دہی کا کھانا کھلا دیا، مجھے محسوس ہوا کہ افاقہ ہو رہا ہے۔ ان کا دامن مستقل پکڑ لیا اور خدمت میں باقاعدہ حاضری شروع کر دی اور چاروں سلسلوں خاص طور پر سلسلہ چشتیہ صابریہ کی تربیت لینی شروع کی، کچھ عرصہ بعد تربیت مکمل ہوگئی اور حضرت ہُرمزیؒ نے خلافت عطا فرما دی۔

حضرت ہُرمزیؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا رسول خان صاحبؒ، جو حضرت شیخ الہندؒ کے بھی خلیفہ تھے اور مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کے بھی خلیفہ تھے، کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُن دنوں وہ لاہور میں جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث تھے۔ حضرت مولانا رسول خان صاحبؒ بہت بابرکت بزرگ تھے، قرآن و حدیث اور منطق و فلسفہ، سارے ہی نقلی و عقلی علوم کے ماہر تھے۔ کافی عرصہ دیوبند کے مدرس رہے۔ پاکستان بننے کے بعد اورینٹل کالج لاہور کے پروفیسر رہے، وہاں سے ریٹائر ہو کر جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث بنے۔ سو سال عمر پائی جس میں سے اسی سال یعنی وفات تک پڑھاتے رہے۔ وفات سے ایک ہفتہ پہلے مختصر بیماری کے بعد وفات ہوگئی۔

ان کی وفات کے بعد مولانا اشرف علی تھانویؒ کے تیسرے خلیفہ قاضی عبدالسلام صاحبؒ نوشہرہ کی خدمت میں رہے۔ ان کی وفات کے بعد بابا عبدالمعبود صاحبؒ کی خدمت میں حاضری

کی۔ بابا عبدالمعبود صاحبؒ کی پیدائش ۱۸۲۳ء کی تھی۔ حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کے براہ راست مرید اور خلیفہ تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں حاجی صاحبؒ کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف لڑے ہوئے تھے۔ جنگ کے بعد مشرقِ وسطیٰ کے عرب ممالک منتقل ہوگئے۔ وہاں بھی ارضِ روم کے جہاد میں شامل ہوئے۔ خلافتِ عثمانیہ نے ان کی خدمات کو سراہتے ہوئے انھیں اپنے دربار میں خاص اعزاز دیا۔ پاکستان بننے کے بعد پاکستان منتقل ہوکر اپنے وطن کوہستان میں قیام کر لیا۔ ہر سال حج کے لئے جاتے تھے اور سلطنتِ عثمانیہ کے شاہی مہمان ہوتے تھے۔ جب سعودیوں کی حکومت آئی تو ان کے بعض اعتقادات سے اختلاف کی وجہ سے انھوں نے سلطان عبدالعزیز بن سعود کے خلاف ایک کتاب لکھی جس پر گرفتار ہوئے اور سلطان کے آگے پیش ہوئے۔ سلطان نے رُوبرو کھڑے ہوکر کہا: ''کتاب کو پڑھو۔'' عبدالمعبود صاحبؒ نے کتاب کے کچھ پیراگراف پڑھے، جہاں سے بادشاہ کے خلاف تحریر شروع ہوتی تھی وہاں پہنچے تو فرمانے لگے کہ حیرت انگیز طور سے میری زبان بند ہوگئی اور میں آگے پڑھ نہ سکا۔ عبدالعزیز بن سعود بہت سمجھدار آدمی تھا۔ اس نے معلومات کر لی تھیں کہ یہ آدمی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد والا سادات ہے، ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی اور ارضِ روم کے جہاد میں لڑا ہوا مجاہد اور غازی ہے، عالم اور عارف ہے، اس نے فوراً کہا: ''بس اس کو چھوڑ دو، یہ نادم اور پشیمان ہوگیا ہے۔'' پھر اس نے ایک پرچہ لکھ کر دے دیا کہ:

> ''آپ ہر سال حج پر آیا کریں گے اور ہمارے مہمان ہوا کریں گے۔ واپسی پر آپ کو تیس ہزار ریال ملا کریں گے۔ جب تک میں زندہ ہوں میں دیتا رہوں گا، میرے بعد جب تک میرے خاندان میں حکومت ہوگی وہ ادا کریں گے۔''

عبدالمعبود صاحبؒ ۱۶۱ سال کی عمر پا کر ۱۹۸۴ء میں وفات ہوئے۔ ایک دفعہ عبدالمعبود صاحبؒ حج سے واپس تشریف لا رہے تھے، جہاز کی فلائٹ میں تاخیر ہوگئی اس لئے ہوائی اڈے پر

انتظار کرنا پڑا، بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی، پاس ہی بینچ پر ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا: ''باباجی! آپ یہاں لیٹ جائیں'' اور خود زمین پر لیٹ گیا۔ باباجیؒ نے پوچھا آپ کون ہیں، اس نے کہا: ''میں میجر ضیاء الحق ہوں۔'' باباجیؒ نے فوراً کہا: ''تجھے اللہ بادشاہ بنا دے۔'' جب ضیاء الحق پاکستان کا مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور بعد میں صدر بنا تو اسے وہ واقعہ یاد آیا، اس نے بابا عبدالمعبود صاحبؒ کو ڈھونڈ کر کوہستان سے نکالا اور اسلام آباد میں ایک بنگلہ دے کر یہاں آباد کیا۔

اس دور کے فقراء کو معلوم تھا کہ بابا صاحبؒ قطب التکوین تھے، ساری دنیا کے اہم فیصلے قطب التکوین کی دعا کی وجہ سے ہی ملاءِ اعلیٰ سے نافذ ہوتے ہیں۔ ضیاء الحق اپنے دور میں انہی کے مشورے سے چلتا رہا۔ خیال محمد صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ضیاء الحق باباجیؒ کے پاس آ گیا۔ میں نے اسے دیکھا تو مجھے شناسا (familiar) سا نظر آیا، وہ بھی میری طرف غور سے دیکھنے لگا۔ مجھے یاد آیا کہ یہ تو وہی ضیاء الحق ہے جو کاکول اکیڈمی میں ہمارا انسٹرکٹر تھا۔ میں نے اپنے ہاتھ کی ہڈی جو جڑی نہیں تھی ٹک ٹک کر کے دکھائی، وہ بھی فوراً پہچان گیا، اس نے کہا: ''خیال محمد؟'' میں نے کہا: ''جی''۔ بابا عبدالمعبود صاحبؒ کی وفات کے بعد ضیاء الحق خیال محمد صاحب کے مشورے سے ہی چلتا رہا۔ بابا عبدالمعبود صاحبؒ کے بعد خیال محمد صاحب ہی تکوینی امور میں صاحبِ دعا شخصیت تھے۔ اس بات کی تصدیق ہمارے حضرت مولانا اشرف صاحبؒ نے بھی کی تھی اور اس بات کے کچھ عملی ثبوت بندہ نے بھی دیکھے۔

ایوب خان کے بارے میں بتایا کہ میں اس کے پاس گیا اور اسے خوشخبری سنائی کہ تم سربراہِ مملکت ہونے والے ہو، وہ بڑا خوش ہوا، جب بھی آمد و رفت ہوتی تھی بہت اکرام کرتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد میں گیا، وہ بڑا خوش ہوا، اس نے اپنے بیٹے گوہر ایوب سے کہا کہ بابا صاحب کے لئے دُنبہ ذبح کرو، میں نے کہا کہ اس دفعہ میں دنبے کے لئے نہیں آیا، میں اس بات کے لئے آیا ہوں کہ آپ ملک میں شریعت نافذ کریں۔ اس بات کو ماننے کی ہمت ایوب خان نہ کر سکا۔ کہتے ہیں میں

نے کہا: ’’خربوزے کی پہلی پھانک آپ کو مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی دی، وہ تو بڑی میٹھی تھی، پھر صدر کی دی، وہ بھی بڑی میٹھی تھی، پھر تیسری شریعت کی تھی تو وہ آپ کو پھیکی لگی۔‘‘ یہ کہہ کر میں ناراض ہو کر آ گیا۔ پھر ایوب خان کے حالات ڈانواں ڈول ہو گئے۔

فروری ۱۹۷۵ء کا واقعہ ہے کہ یہ حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے پاس تشریف لائے، پوچھا: ’’مولانا صاحب کیا حال ہے؟‘‘ ان دنوں علی خان وائس چانسلر تھا، حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا: ’’علی خان نے بہت تنگ کیا ہوا ہے۔‘‘ خیال محمد صاحب نے کہا: ’’آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، آٹھ فروری کو چلا جائے گا۔ کچھ اور باتیں بھی ہیں لیکن آپ کو بتاؤں تو فقراء کے سلسلے سے نام کاٹ دیا جائے گا۔‘‘ بندہ آٹھ فروری کو چوکس (vigilant) رہا، ہم عصر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ سلام پھیرنے کے وقت یونیورسٹی میں زور کا دھماکہ ہوا، ہم دوڑ کر نیچے اترے تو پتا چلا کہ پیپلز پارٹی کے گورنر صوبہ سرحد حیات خان شیر پاؤ کی موت ہوگئی، اس پر علی خان کا بستر گول ہوا اور اس کو یونیورسٹی چھوڑنا پڑی، حالانکہ وہ کہا کرتا تھا: ’’اگر مجھے ٹینک کے ساتھ باندھ کر بھی یونیورسٹی سے نکالا جائے تو نہیں نکلوں گا‘‘۔

جب بھٹو جیل میں تھا تو پھر خیال محمد صاحب مولانا اشرف صاحبؒ کے پاس آئے، یہ عموماً مولانا صاحبؒ کے ساتھ اکیلے میں ملاقات کرتے تھے، اس دن اتفاقاً ان کو احساس نہ ہوا اور میں بیٹھا رہ گیا، خیال محمد صاحبؒ بار بار مولانا صاحبؒ سے کہہ رہے تھے کہ بھٹو کو جیل سے نکالنا چاہئے، ماہر سیاستدان ہے، عالمی حالات سے باخبر ہے، امریکہ برطانیہ کے سربراہوں سے کھل کر بات کر سکتا ہے، حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ اس پر خیال محمد صاحب نے عرض کیا کہ اگر میں جاؤں اور بھٹو سے ملوں اور اس سے یہ وعدہ لوں کہ وہ دھاندلی کا اقرار کر کے قوم سے معافی مانگے گا اور ضیاء الحق سے انتقام نہیں لے گا تو کیا اس پر خلاصی ہو سکتی ہے، حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ کر لیں۔ چنانچہ وہ گئے، بات کی لیکن بھٹو نہ مانا، واپس آ کر اطلاع دی اور پھانسی کا فیصلہ

ہوگیا۔ اِسی دوسرے الیکشن میں جب بھٹو منتخب ہوا تھا تو ہم لڑکے لڑکے خیال محمد باباجی کے پیچھے پڑ گئے کہ فقرائے تکوین نے بھٹو کو کیوں اقتدار دیا ہے۔ بہت تنگ ہونے کے بعد انھوں نے کہا: ''اقتدار تو ہوگیا ہے لیکن تین مہینے بعد نہیں ہوگا۔'' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بے نظیر کے بارے میں بار ہا بابا صاحب نے کہا تھا: ''یہ شوٹ ہوگی''، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک دفعہ فرمایا کہ میں اسلام آباد گیا، غلام اسحاق خان اس وقت صدر تھا، میری طالب علمی کے زمانے میں یہ اسلامیہ کالج میں برسر (اکاؤنٹ انچارج) ہوا کرتا تھا اس لئے میرا اس سے تعارف تھا، میں ملنے کے لئے گیا، اس نے بتایا کہ ہم کمانڈر اِن چیف آصف نواز جنجوعہ کو ہندوستان مذاکرات کے لئے بھیجنا چاہتے ہیں، میں نے کہا: ''اسے نہ بھیجو، تین دن میں مرنے والا ہے۔'' غلام اسحاق نے کہا کہ خیال محمد کو تین دن کے لئے یہیں روک لو۔ تیسرے دن جنجوعہ کی ہارٹ اٹیک سے موت ہوگئی اور میری غلام اسحاق سے خلاصی ہوگئی۔

ایک دفعہ ایک سربراہِ مملکت ملک کو سیکولر طریقے پر موڑنا چاہتے تھے اور اتاترک کے نظام کو لانا چاہتے تھے۔ خیال محمد بابا صاحب نے بندہ کو بتایا کہ اس وقت کے قطب التکوین ارشاد احمد اردن سے آئے، مجھے ساتھ لیا اور دونوں ہاتھوں سے اُٹھا کر اس سربراہِ مملکت کے کمرے کے آگے لے جا کر کھڑا کر دیا۔ اس نے دیکھا تو سخت حیرت اور خوف میں مبتلا ہوا کہ یہ آدمی اتنی سیکورٹی کے ہوتے ہوئے بغیر کسی اطلاع کے یہاں کیسے پہنچ گیا۔ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا:

'Don't be afraid of me, I am neither Jinn nor an angel, I am Khayal Muhammad, this is my address that you can confirm afterwards. What you want to do in this country, you won't be able to do that. If you do not obey, you will be dealt with ruthlessly. You have told the Riwand people to stop ijtima, appologise for this.'

یعنی آپ مجھ سے ڈریں نہیں، میں کوئی جن یا فرشتہ نہیں، میرا نام خیال محمد ہے اور یہ میرا پتہ ہے، بعد میں آپ اس کی تصدیق کر سکتے ہیں، جو کچھ آپ اس ملک میں کرنا چاہتے ہیں وہ نہیں کر پائیں گے، اگر آپ نے بات نہ مانی تو آپ کے ساتھ بہت سختی کا رویہ ہوگا، آپ نے رائیونڈ والوں کو اجتماع نہ کرنے کا کہا ہے، اس کی معافی مانگ لیں۔

خوف کے مارے اس نے کہا: 'What should I do?' (پھر میں کیا کروں؟)

کہتے ہیں کہ میں نے جواب میں کہا: 'Dodge America, spend time.'

بندہ مکان بنانا چاہتا تھا، بابا صاحب نے فرمایا: ''تھوڑا سا سیمنٹ لے کر روزانہ کے حساب سے استعمال کرو، زیادہ نہ لینا۔'' ایک مہینہ ہی گزرا تھا کہ سیمنٹ کی قیمت میں چالیس روپے فی بوری کمی ہوگئی۔ بندہ نے فوراً ٹرک خرید لیا۔ سرکاری نوکری میں ہمارے حالات تنگدستی کے ہی رہے، بابا صاحب ہمارے گھر میں آتے جاتے رہتے تھے، ہماری گھر والی بھی بہت خدمت کرتی تھی، ایک دن انھوں نے خوش ہو کر کہا کہ یہ وظائف تم اور تمہارا خاوند پڑھو، اللہ تعالیٰ بہت آمدنی والی ملازمت دے دے گا۔ میں تو کچھ دن پڑھ کر بھول گیا، گھر والی باقاعدہ پڑھتی رہی، اللہ کی شان، منہ مانگے معاوضے والی ملازمت ملی، سرکاری نوکری سے اعزاز کے ساتھ ریٹائرمنٹ ہوئی، سارے قرضے ادا ہوئے، اپنا مکان بنایا، حجرہ بنایا اور اپنی مسجد بنائی۔ بندہ کے شیخ و مربی حضرت مولانا اشرف صاحبؒ اور بابا خیال محمد صاحبؒ کی دعاؤں کی برکات کہ اللہ پاک نے بیٹوں کو اچھی ملازمتیں بغیر سفارش اور رشوتوں کے دیں اور بیٹے بیٹیوں کے بہترین رشتے ہوئے۔

ے ہم فقیروں سے دوستی کر لو
گُر بتا دیں گے بادشاہی کا

ے بادشاهي ده فقيرانو په دعا شي
زه رحمان هله بادشاه شوم چه گدا شوم

کئی لوگ خیال محمد صاحب سے بیعت ہوئے اوران کی زندگیاں بدلیں، خاص طور سے انگریزی خوان طبقہ اورمختلف محکموں کے افسران کوان سے فیض ہوا کیونکہ قرآن وحدیث کے علوم و معارف اور تصوف کے اسرار ورموز کوانگریزی میں اتنی فصاحت (fluency) کے ساتھ بیان کرتے تھے کہ انگریزی کے ماہرین کو حیرت ہوتی تھی۔ باقاعدہ فارغ التحصیل اصطلاحی عالم نہیں تھے لیکن ان کے بیان میں جو لدُنی علوم بیان ہوتے تھے واضح پتہ چلتا تھا کہ جن بزرگوں کی صحبت انھیں حاصل ہوئی ان کے علوم کو اِنھوں نے جذب کرلیا تھا جس سے باطن اور ضمیر مکمل روشن ہو گئے تھے۔ کئی علما سلسلۂ بیعت میں داخل ہوئے اور تربیت پا کر کامل ہوئے۔ کئی آدمیوں کوان سے خلافت ہوئی۔ بندہ کی معلومات میں مندرجہ ذیل افراد ہیں:

۱۔ پروفیسر ڈاکٹر میاں بشیر صاحب کاکاخیل مرحوم (سابق ڈائیریکٹر ایجوکیشن ریسرچ انسٹیٹیوٹ)

۲۔ ڈاکٹر سید فہیم شاہ صاحب (ایسوسیئیٹ پروفیسر میڈیسن، انسٹیٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز، کوہاٹ)

۳۔ مشتاق احمد صاحب (محکمۂ تعلیم، گیروال ڈھوڈیال، مانسہرہ، ہزارہ)

۴۔ مولانا محمد قاسم صاحب (استاد دارالفرقان حیات آباد وخطیب مسجد بیت المکرّم نزد کمپلیکس ہسپتال)

۵۔ مولانا فیض الحسن صاحب ولد حضرت مولانا حسن جان صاحب شہید (مُدرس امداد العلوم، پشاور)

وفات سے پہلے بندہ کے بارے میں فرمایا: ''میرے بعد میری جگہ پر یہی ہوگا۔''

؎ شاہاں چہ عجب گر بہ نوازند گدارا

یہ بات تو تب پوری ہوگی جب اُن کی طرح مجاہدات، عبادت، ریاضت، تقویٰ، خدمتِ خلق اور خدمتِ دین کے لئے بندہ کمر باندھے گا۔ اللہ پاک مجھے ان کے حسن ظن اور توقعات کے مطابق پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ امتحان ہوتا ہے جس میں آدمی پاس بھی ہوسکتا ہے اور فیل بھی ہو سکتا ہے۔ جن خلفاء کے نام ہم تک نہیں پہنچے، کسی کی معلومات میں ہوں، اگر پہنچا دیں تو مہربانی ہو گی۔ ان کی کرامات اور قبول دعاؤں کا جن لوگوں کو تجربہ ہوا ہو اگر وہ ہمیں بتادیں تو احسان ہوگا۔

ختمِ نبوت کے شہرۂ آفاق مبلغ

جناب شمس الدین صاحب کا بیان

مسجد فردوس پشاور یونیورسٹی

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد

تمام حضرات کو میری طرف سے السلام علیکم۔

میں شبانِ ختمِ نبوت کا اور خاص طور سے حضرت ڈاکٹر حاجی فدا محمد صاحب دامت برکاتہم کا بہت مشکور ہوں۔ پچھلی دفعہ بھی میں آیا تھا پر اچانک واپس جانا پڑ گیا تھا اس لئے ملاقات نہ ہو سکی تھی، میں نے اس وقت ہی ارادہ کر لیا تھا اور حضرت سے فون پر عرض کیا کہ آئندہ آؤں گا تو آپ سے ضرور ملاقات ہوگی۔ اب اللہ نے موقع دے دیا اور زندگی دے دی تو میں آپ کے پاس آ گیا۔

میری پیدائش چناب نگر (ربوہ) کی ہے۔ آپ پاکستان میں جس سے بھی پوچھیں کہ پاکستان میں تبلیغی جماعت کا مرکز کہاں ہے تو وہ بتائیں گے کہ وہ لاہور (رائیونڈ) میں ہے، اسی طرح اگر آپ پوچھیں کہ قادیانیوں کا گھر کہاں ہے تو وہ آپ کو چناب نگر (ربوہ) ہی بتائے گا۔ جب میں نے تعلیم مکمل کی تو میں نے یہ سوچا کہ جس طرح باقی قادیانی تعلیم مکمل کرنے کے بعد قادیانیت کا کام کرتے ہیں تو میں بھی اپنی جماعت کی خدمت کرتا ہوں۔ قادیانی جماعت کی خدمت کیا ہوتی ہے؟ مسلمانوں کو قادیانی بنانا۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ کسی بھی بندے کو اسلام پر لے کر آنا سب سے بڑی نیکی ہے۔ سب قادیانیوں کی طرح میں بھی یہی سمجھتا تھا کہ مسلمانوں کو کچھ پتا نہیں ہے، یہ بھولے بھٹکے گمراہ ہیں، ان کو صحیح اسلام کی طرف لے کر آتا ہوں۔ اسی مشن کو لے کر میں گھر سے نکلا۔ میری ایک صاحب سے ملاقات ہوئی، وہ اس طرح کہ میں اس محلے کی مسجد میں باقاعدگی سے نماز پڑھتا تھا، وہاں یہ صاحب بھی نماز پڑھتے تھے، ایک دن انھوں نے مجھ سے کہا کہ آپ سے بات کرنی ہے، ہم بیٹھ گئے، کہنے

لگے کہ میں دیکھتا رہتا ہوں کہ آپ بڑی اچھی نماز پڑھتے ہیں، بڑے آرام وسکون سے رکوع، سجدے کرتے ہیں، پر ایک مسئلہ ہے کہ آپ ہمیشہ جماعت کے بعد آتے ہیں اور اکیلے اپنی نماز پڑھتے ہیں، کبھی آپ کو میں نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ میں نے کہا کہ بھئی بات یہ ہے کہ میں قادیانی ہوں اور مرزا غلام احمد قادیانی کی بات کو مانتا ہوں اور اس نے کہا ہے کہ اگر تو کسی مسلمان امام کے پیچھے نماز پڑھے گا تو تیری نماز قبول نہیں ہوگی، چونکہ نماز فرض ہے اس لئے میں اس امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا، ہاں جب چناب نگر میں ہوتا ہوں تو اپنے امام کے پیچھے با جماعت نماز پڑھتا ہوں۔

یہ ساتھی نوجوان آدمی تھا، پڑھا لکھا تھا، سنت کے مطابق ڈاڑھی بھی اس نے رکھی ہوئی تھی پر جب اس کے ساتھ گفتگو شروع ہوئی تو مجھے اندازہ ہوا کہ اس ساتھی کو کچھ نہیں پتا، یہ میرے ساتھ بحث نہیں کر سکتا، کیونکہ قادیانیوں کی ایک خاص تربیت کی جاتی ہے جس کی وجہ سے قادیانی کبھی مار نہیں کھاتا، اس کے پاس اتنے دلائل ہیں کہ وہ کسی عام مسلمان کے ساتھ بحث کرے گا تو جیت جائے گا، ہاں جب کسی عالم یا اسپیشلسٹ کے ساتھ بات کرے تو ہار جائے گا۔ بہر حال انھوں نے بھی یہی سوچا کہ انھیں میرے سوالوں کا جواب نہیں آتا لہٰذا انھوں نے مجھے بخاری شریف پڑھنے کے لئے لا کر دی۔ میں نے بخاری شریف پڑھنی شروع کر دی، جب میں بخاری شریف کی حدیث مبارکہ نمبر ۶۶۶ پر پہنچا تو اس میں اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد رسول اللہ (ﷺ) کی جان ہے کہ ضرور تم میں عیسیٰ ابنِ مریم نازل ہوں گے۔'' جس دن میں نے یہ حدیث مبارکہ پڑھی تو پریشان ہو گیا کہ یا اللہ! عجیب ماجرا ہے، امام الانبیاء ﷺ فرما رہے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے جب کہ تمام قادیانیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ جس بندے نے آنا ہے وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے اور چونکہ عیسیٰ علیہ السلام نبی تھے اس لئے یہ بھی نبی ہے۔ میں نے سوچا یا اللہ! یہ بھی نبی اور وہ بھی نبی، وہ فرما رہے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اور مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب میں قسم اٹھا کر کہتا ہے: ''حق کی قسم عیسیٰ ابن مریم رسول

اللہ فوت ہو گئے ہیں۔'' میں نے کہا یا اللہ! یہ کیسا تضاد ہے، اِدھر نبی کہہ رہا ہے کہ وہ فوت ہو گئے ہیں، اُدھر امام الانبیاء ﷺ کہہ رہے ہیں کہ وہ آئیں گے۔ میں اس قسم میں تھوڑا الجھ سا گیا۔ میں نے دعا شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ بات واضح کر دی کہ مرزا غلام احمد قادیانی جو قسم کھا رہا ہے وہ جھوٹی ہے اور جو قسم امام الانبیاء ﷺ کھا رہے ہیں وہ سچی ہے۔ بس اللہ نے مجھے اسلام کی دولت عطا فرما دی اور قادیانیت ترک کروا دی۔

پھر مجھے میرے بڑوں نے کہا کہ آپ نے ۳۵ سال کی عمر قادیانیوں میں گزاری ہے تو اب آپ قادیانیوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ الحمد للہ! میں بڑوں کی دعاؤں کے ساتھ گھر سے نکلا اور اب تک تقریباً ۴۰۰ قادیانی میرے ہاتھ سے قبولِ اسلام کر چکے ہیں۔ جب میں نے ان سے گفتگو شروع کی تو مجھے اندازہ ہوا کہ قادیانی اتنی جلدی بات مانتا نہیں ہے۔ میں نے سوچا کہ یا اللہ! یہ کیا ماجرا ہے کہ تو نے مجھے بڑی آسانی سے یہ نعمت دے دی جب کہ مجھے کسی نے خاص طور سے سمجھایا بھی نہیں تو میں اس نتیجے پر پہنچا کہ جب میں قادیانی تھا تو میں درودِ ابراھیمی بہت پڑھتا تھا، اس قدر کہ جب میں نماز پڑھتا تھا تو سجدے میں جا کر درود شریف شروع کر دیتا تھا، اتنی محبت تھی اس درود شریف سے اور اسی درود شریف کی وجہ سے میری عشاء کی نماز گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ کی ہو جاتی تھی، ہر سجدہ میں پانچ، دس دفعہ یا اس سے بھی زیادہ پڑھتا، یاد ہی نہیں رہتا تھا، بس پڑھتے گئے جب تک دل کیا، یہ بھی خیال نہ رہا کہ اس طرح سجدے میں درود پڑھنا ٹھیک بھی ہے کہ نہیں بہر حال ایک عشق تھا اس درود سے کہ پڑھتا گیا۔ میری یہ سوچ ہے کہ اللہ نے اس درود میں اتنی برکت اور طاقت رکھی ہے کہ اس نے مجھے کفر میں نہیں رہنے دیا۔ آج میں اگر یہ کہوں کہ میں نے ریسرچ کی یا یہ کیا وہ کیا تو غلط ہو گا بلکہ یہ اللہ کا احسان اور اس درود کی برکت تھی۔ اگر اس درود کی برکت سے میں کفر سے نکل سکتا ہوں تو ہم مسلمان تو پہلے ہی اس کو مانتے ہیں، اگر ہم بھی اس کا اہتمام شروع کر دیں تو ہم پر جو مشکلات ہیں وہ ٹل سکتی ہیں۔ کیا سب اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ درود شریف کا اہتمام کریں گے؟

قادیانی بچے کی ایک اسپیشل تربیت کی جاتی ہے، وہ ویسے ہی ایک عام مسلمان گھر کے بچے کی طرح نہیں ہوتا کہ مدرسے چلا گیا اور سپارہ پڑھ کر آ گیا۔ آپ میں سے جن لوگوں کا قادیانیوں سے واسطہ پڑا ہو وہ شاید جانتے ہوں کہ قادیانی جلدی کسی سے گفتگو نہیں کرتا، ڈرتا ہے بات کرنے سے، اس کی کیا وجہ ہے؟ ڈر یہ نہیں ہوتا کہ اگلے بندے کے پاس علم زیادہ ہوگا، وجہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت نے اپنے بندوں کے ذہنوں میں علما اور مولویوں کا ڈر ڈال دیا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں چھوٹا سا تھا اور باہر کھیل رہا تھا کہ والدہ صاحبہ نے مجھے آواز دی، میں آیا، انھوں نے مجھے بازو سے پکڑا، کمرے میں بند کیا اور باہر سے کنڈی لگا دی۔ میں نے روتے ہوئے والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ میرا قصور کیا ہے؟ مجھے کیوں بند کر دیا کمرے میں؟ کھیلتے ہوئے بچے کو پکڑ کر لے جاؤ تو روتا ہے نا! والدہ نے جواب دیا: ''تجھے نہیں پتا باہر مولوی پھر رہا ہے!'' جس بچے کو اس ڈر سے اندر بند کیا جائے تو اس کے ذہن میں مولوی کے بارے میں کیا Image (تأثر) پیدا ہوگا؟ کیا وہ مولوی کو اچھا سمجھے گا؟ اس طرح کی باتیں بچپن میں قادیانی بچوں کو ذہن نشین کرا دی جاتی ہیں جس کی وجہ سے ہم کسی مسلمان سے ملنا پسند ہی نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی مسلمان ہمیں کہے کہ آؤ بیٹھ کر بات کرتے ہیں تو ہم نہیں کرتے تھے۔ یہ انھوں نے کس لئے کیا؟ یہ انھوں نے اس لئے کیا کہ انھوں نے نتیجہ نکالا ہے کہ جب ہمارا کوئی بچہ بڑا ہو کر کسی مسلمان عالم سے ملتا ہے تو وہ بچہ پھر قادیانی نہیں رہتا، بالآخر وہ بچہ بات سمجھ کر مسلمان ہو جاتا ہے۔ انھوں نے سوچا کہ ہم اس کی ایسی تربیت کر دیں کہ بڑا ہو کر کسی مولوی سے ملے ہی نہ۔

میں خود جب دیکھتا تھا کہ کوئی بندہ ڈاڑھی والا یا مولوی قسم کا ہے تو اس سے بات نہیں کرتا تھا، بلکہ ہم وہ آدمی ڈھونڈتے تھے جو دین سے دور ہو، چاہے جتنا مرضی پڑھا لکھا ہو اس کی کوئی پریشانی نہیں، بس دین سے دور ہو، ڈاڑھی نہ رکھی ہو، کلین شیو ہو، تو ہمیں آسانی ہوتی تھی، اس کو قابو کرنا آسان ہوتا ہے۔ طریقۂ واردات ہمارا کچھ اور ہوتا تھا، وہ ہمیں سکھایا جاتا تھا۔ آج ہمارے بچے

مسجدوں اور مدرسوں میں جارہے ہیں پر کیا ہم انھیں یہ تربیت دے رہے ہیں جس طرح قادیانی اپنے بچوں کو سمجھاتے ہیں کہ علما سے نہیں ملنا، مولوی سے نہیں ملنا؟ کیا ہم نے اپنے بچوں کو یہ تربیت دی ہے کہ کسی قادیانی سے نہیں ملنا؟ ہم اکثر کانفرنسوں میں جاتے ہیں، وہاں بہت لوگ آتے ہیں، ساری ساری رات بیٹھتے ہیں، علما کی بات سنتے ہیں، ساری ساری رات قادیانیت پر ہی گفتگو ہوتی ہے، وہاں میں اکثر کہتا ہوں کہ بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو گھر جاکر اپنے بیوی بچوں کو بتائیں گے کہ ہم رات کو کانفرنس میں کیا سن کر آئے ہیں۔ جبکہ قادیانی کیا کرتے ہیں کہ مثلاً جب میں وہاں جماعت احمدیہ (قادیانیوں) کے بنائے ہوئے سنوکر کلب میں کھیلنے جاتا تو وہاں پر بھی یہی باتیں ہو رہی ہوتی تھیں کہ جماعت کا نیا حکم کیا آیا ہے، خلیفۂ وقت نے کیا پیغام بھیجا ہے، اس دفعہ ہم نے کس طرح کرنا ہے، خلیفۂ وقت نے بتایا ہے کہ فلاں عالم نے یہ جھوٹ بولا ہے، وغیرہ وغیرہ، تو ہر طرح سے مسلمانوں کے بارے میں ان کے دل میں نفرت ڈالی جاتی ہے۔ کیا ہم نے اپنے بچوں کو نہیں بتانا کہ قادیانیت کیا ہے؟

میں ایک گاؤں میں بیان کے لئے گیا تو انھوں نے اعتراض کیا کہ ہمارے گاؤں میں چونکہ کوئی مرزائی ہی نہیں ہے اس لئے آپ قادیانیوں کے بارے میں بات نہ کریں۔ میں نے پوچھا: ''کیا آپ کے بچے اس چاردیواری کے اندر رہتے ہیں یا گاؤں سے باہر بھی جاتے ہیں؟'' انھوں نے کہا کہ جاتے ہیں۔ میں نے کہا: ''آپ کے گاؤں کے باہر تو مرزائی بیٹھے ہیں نا!'' پھر ان کی سمجھ میں بات آگئی۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ مجھے ایک ٹیلیفون آیا کہ جی ہم نے بڑی مشکل سے آپ کا نمبر لیا ہے، میں نے کہا حکم کریں کیا بات ہے، کہنے لگیں کہ میرے خاوند لاہور میں سافٹ ویئر انجینئر تھے، ایک لاکھ سے زیادہ ان کی تنخواہ تھی، ہمارا اپنا گھر ہے، تین بچے ہیں جو کہ اچھے سکول میں پڑھ رہے ہیں، خاوند کی دوستی کسی مرزائی سے ہوگئی۔ پڑھا لکھا بندہ تھا نا! جوں ہی مرزائی سے دوستی ہوئی وہ قادیانی ہوگیا اور آج وہ بندہ امریکہ میں بیٹھا ہے اور ایک پٹرول پمپ میں ملازمت کررہا ہے۔ اب بیوی بچے یہاں رو رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ اگلے سال میرا کیس کلیئر ہوجائے گا تو میں اپنے بیوی

بچوں کو بھی باہر بلا لوں گا مگر شرط یہ ہے کہ قادیانیت قبول کر لیں۔ ان کا ہر بچہ، ہر بندہ اپنے دین کا اسپیشلسٹ ہے، جس مذہب پر وہ چل رہے ہیں۔ کیا ہمارا بھی ہر بندہ اتنا اسپیشلسٹ ہے کہ ان کا مقابلہ کر سکے؟ ایک سافٹ ویئر انجینئر، سوا لاکھ روپے اس کی تنخواہ اور قادیانی بن کر باہر چلا گیا، اب ماں، بھائی بہن، بیوی سارے یہاں رو رہے ہیں۔ کل پھر میں نے اس سے بات کی سات آٹھ منٹ اور صرف اتنی درخواست کی کہ مجھے اپنا سکائپ آئی ڈی دے دو کہ میں آپ سے انٹرنیٹ پر بات کر سکوں۔ بالآخر وہ مجھے اپنا آئی ڈی دینے پر راضی ہو گیا۔ اب آپ سب لوگ بھی دعا کریں کہ اللہ اسے ہدایت عطا کرے۔

آج کل ہمارے معاشرے میں یہ چیز پیدا ہو گئی ہے کہ ہم صرف اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔ قادیانی ایسا نہیں کرتا، قادیانی جب بھی آپ سے دوستی لگاتا ہے تو اُس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ میں نے اس کو قادیانی بنانا ہے، جہاں اسے پتا چلتا ہے کہ یہ بندہ نہیں ہو رہا وہاں وہ آپ کو چھوڑ دے گا اور کوئی اور بندہ ڈھونڈ لے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرزا بشیرالدین محمود نے، جو کہ قادیانیوں کا دوسرا خلیفہ تھا اور اسے یہ لوگ امیرالمؤمنین کہتے ہیں یعنی حضرت عمر فاروقؓ کے درجے کا مانتے ہیں نعوذ باللہ، اپنے جمعے کے ایک بیان میں کہا تھا کہ اگر کوئی قادیانی مسلمانوں کے محلے یا علاقے میں گھر کرائے پر لیتا ہے تو وہ یہ سوچ کر مت لے کہ میں نے اس میں رہنا ہے بلکہ وہ یہ سوچ کر وہ گھر لے کہ اس نے اپنے مذہب کی تبلیغ کرنی ہے۔ رہنا تو ہے ہی، پر جب وہ یہ سوچ کر گھر لے گا تو اس کو ثواب بھی ملتا رہے گا تبلیغ کا۔ بقول ان کے اللہ اس میں برکت بھی ڈال دیں گے اور وہ لوگوں کو آسانی سے قادیانی کر لے گا۔ پھر اس نے یہ کہا کہ اگر چھ مہینے کے اندر وہ دیکھتا ہے کہ علاقے کے لوگ اس کے قابو میں نہیں آ رہے تو وہ وہاں سے کہیں اور منتقل ہو جائے اور وہاں بھی نیت یہی رکھے اور اس طرح وہ ساری زندگی مکان بدلتا رہے مگر عزم یہی ہو گا کہ اس نے مسلمانوں کو قادیانی کرنا ہے۔ کیا آپ کے علاقے میں کوئی قادیانی ہو تو کبھی آپ یہ عزم کرتے ہیں کہ ہم نے اس کو مسلمان کرنا ہے؟ کیا دعوت دینا ہمارا

کام ہے یا ان کا کام ہے؟ ہمارا کام ہے، پر ہم نہیں دے رہے دعوت، جبکہ وہ دے رہے ہیں، چھپ کر دے رہے ہیں، جہاں کہیں موقع ملتا ہے دعوت دیتے ہیں۔ ایک چیز میں نے یہ دیکھی کہ ایک قادیانی ایک جگہ گیا اور اس نے مکان لیا، اس کے اردگرد پانچ سو مکان ہیں مسلمانوں کے، اب قادیانی دیکھتا ہے کہ ان میں سے کمزور گھر کون سا ہے، اس کمزور گھر سے یہ تعلق بڑھاتا ہے، چاہے اسے بیوی بچوں کو اس کے گھر بھیجنا پڑے یا جو بھی کرے پر اس سے تعلق بڑھاتے ہیں، جب تعلق بڑھتا ہے تو تحفے تحائف بھیجتے ہیں، واشنگ مشین بھیج دی، ڈرائر بھیج دیا، تاکہ تعلق زیادہ مضبوط ہو جائے، پھر اس کے بعد ان کو اپنی دعوت دیتے ہیں اور وہ قادیانی ہو جاتے ہیں۔ یہ جو پانچ سو گھر ہیں ان میں سے قادیانی نے کمزور گھر ڈھونڈ لیا، واشنگ مشین پہنچا دی، یہ غریب گھر مسلمانوں کو کیوں نہیں نظر آتا؟ کیا پانچ سو گھر مل کر اس ایک گھر میں واشنگ مشین نہیں دے سکتے؟ وجہ یہ ہے کہ اس کو پتہ ہے کہ یہ خرچہ جو میں کر رہا ہوں اس کی مجھے پیچھے سے فنڈ آ جائے گا، جبکہ ہم یہ سوچتے ہیں کہ ہم آٹھ ہزار کی مشین کیسے دیں گے۔ ہمیں بھی اپنے مذہب کی خدمت کرنی ہے، ہمیں بھی ان کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے، ورنہ عنقریب یہ ہوگا کہ آپ سنا کریں گے فلاں قادیانی ہو گیا، فلاں قادیانی ہو گیا۔

میں نے ایک جگہ مسجد میں بیان کیا تو وہاں سے پھر گیارہ لوگوں نے مجھ سے موبائل پر رابطہ کیا، پتہ چلتا کہ کسی کا چچا قادیانی ہو گیا، کسی کا بہنوئی قادیانی ہو گیا، کسی کا کوئی ہو گیا، نتیجہ یہ نکلا کہ پتہ چلا وہ سارے ملک سے باہر جا چکے ہیں۔ تو کس لئے قادیانی ہوئے؟ صرف لالچ میں۔ اگر ہم اپنے اردگرد نظر رکھیں تو ہمیں پتا چلتا رہے گا ان کا کس کے گھر آنا جانا زیادہ ہے اور اس سے پتا چلتا رہے گا کہ یہ کون ہے۔ اگر آپ چاہیں کہ ویسے ہی پتہ چل جائے کہ قادیانی کون ہے تو کسی کے ماتھے پر نہیں لکھا ہوتا۔ میرے والدین ابھی بھی چناب نگر میں ہیں اور اس وقت ان کا موجودہ خلیفہ مرزا مسرور احمد، جو کہ انگلینڈ میں ہوتا ہے، اس نے اور میرے والد صاحب نے ایک ہی ماں کا دودھ پیا ہے، تو میرا دراصل ان سے رضاعت کا رشتہ ہے، اسی وجہ سے قادیانی لابی کو بہت دکھ ہے کہ شمس الدین جہاں

بھی جاتا ہے وہاں اعلان یہ ہوتا ہے کہ شمس الدین مرزا مسرور کا رضاعی بھتیجا ہے، اس لئے اب وہ مجھے بھی پیشکشیں کرتے ہیں، سب سے پہلے تو انھوں نے یہ کہا کہ اگر آپ کو یہ خطرہ ہے کہ اگر آپ واپس قادیانی ہو جائیں گے تو یہ مولوی حضرات آپ کو ماردیں گے تو ہم آپ کو باہر بھیج دیتے ہیں۔ اسی طرح جب وہ کسی مسلمان کو دعوت دیتے ہیں تو اس طرح واضح لالچ نہیں دیتے کہ یہ لو باہر کا ویزہ اور قادیانی ہو جاؤ، بلکہ یوں کہتے ہیں کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہاری جان کو خطرہ ہے تو اس کا حل ہمارے پاس ہے، ہم تمہارا ویزہ لگوا دیتے ہیں جرمنی کا، انگلینڈ کا، کینیڈا کا، تم وہاں چلے جاؤ۔ ہمیں اپنے لوگوں کو یہ سب بتانا ہے۔

دو دن پہلے میں چناب نگر گیا، فتح مباہلہ کانفرنس تھی، مولانا الیاس چنیوٹی صاحب نے بلایا تھا۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ کا نام تو آپ سب نے سنا ہوگا، آپ یقین کریں کہ چناب نگر والے، اس وقت میں بھی ان میں شامل تھا، مولانا چنیوٹی رحمہ اللہ کو دجال کہہ کر یاد کیا کرتے تھے اور قادیانی جماعت یہ کہتی تھی کہ جیسے نبی کریم ﷺ کے وقت میں ایک ابوجہل تھا اسی طرح مسیح موعود کا ابوجہل یہ منظور احمد چنیوٹی ہے نعوذ باللہ۔ جس دن حضرت چنیوٹی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی تو ہم نے اس خوشی میں مٹھائی بھی کھائی تھی۔ صرف مٹھائیاں ہی نہیں بلکہ جن کی استطاعت تھی انھوں نے دیگیں بھی بانٹیں، اس خوشی میں کہ ہمارا سب سے بڑا دشمن مر گیا ہے۔ ہمیں بڑوں نے جو بتایا ہوتا ہم اسی پر چلتے تھے۔ خیر اب جو میں چناب نگر گیا، وہاں تھوڑی گفتگو بھی ہوئی، پھر میں اپنے گھر گیا، والد صاحب نے دور سے جو دیکھا کہ میں آ گیا تو وہ اندر والے کمرے میں جا کر کنڈی لگا کر بیٹھ گئے۔ میں ایک گھنٹہ اپنی والدہ کے پاس بیٹھا رہا پر وہ باہر نہیں نکلے۔ ایک کھڑکی کھلی تھی، میں نے آتے ہوئے ان سے کہا کہ اچھا جی میں اب جا رہا ہوں اور آتا جاتا رہوں گا، کہنے لگے کہ اب تو وہی مولوی تیرے ماں باپ بھی بن گئے ہیں، اب تو نے کیا کرنا ہمارے گھر آ کر، میں نے کہا کہ جی میں تو بہر حال دعوت دینے آیا تھا اور مرتے دم تک دعوت دینے آتا رہوں گا۔

ایک واقعہ اور سنا دوں۔ لاہور میں ایک ڈپٹی ڈائیریکٹر صاحب تھے، وہ جاپان سے پڑھ کر آئے، قادیانی تھے، ان کے پاس کچھ دوست گئے، ان کو تبلیغ کی، مختلف باتیں کیں اور آ گئے۔ مجھے ایک ساتھی نے فون کیا کہ جی آپ بھی ان سے ملیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے چلا جاتا ہوں۔ ساتھی نے کہا کہ یہ شخص اجرائے نبوت پر بہت بات کرتا ہے، کہتا ہے کہ نبوت جاری ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سارے قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کو اللہ کا نبی اور رسول مانتے ہیں۔ میں چلا گیا اس کے پاس، علما کو بھی یہ لوگ مولوی ہی کہتے ہیں، کیونکہ یہ لوگ نام نہیں جانتے کہ کون کون سے بڑے عالم ہیں، تو اس نے کہا کہ یہ جو مولوی حدیث پیش کرتے ہیں ہر مجمعے میں، ہر جگہ، یہ جھوٹ بولتے ہیں۔ میں نے پوچھا کون سی حدیثِ مبارکہ اور کون سا جھوٹ؟ کہنے لگا یہی کہ ایک جگہ ایک محل بن رہا تھا بڑا خوبصورت، لوگ آ جا رہے تھے دیکھنے اور بڑی تعریف کر رہے تھے اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی اور اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ آخری اینٹ میں ہوں۔ میں نے کہا کہ جی پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حدیث مولویوں نے نہیں بنائی بلکہ جب سے حدیث کی کتابیں چلتی آ رہی ہیں ان میں یہ حدیث موجود ہے، اس میں مولویوں کا کیا قصور ہے؟ کہنے لگے مولویوں کا قصور یہ ہے کہ انھوں نے اللہ کے نبی کو اینٹ سے تشبیہہ دی ہے، یہ غلط ہے۔ اس کی تشریح وہ کس طرح کرتا ہے! کہتا ہے اینٹ اچھی جگہ پر بھی لگتی ہے اور بُری جگہ پر بھی لگتی ہے۔ (اس کے الفاظ تو یہ تھے کہ اینٹ مسجد میں بھی لگتی ہے اور باتھ روم میں بھی لگتی ہے، پر میں جہاں بھی یہ واقع بیان کرتا ہوں تو یہ الفاظ استعمال کرتا ہوں) اور لوگوں سے بھی اس نے یہ سوال کیا اور پتا نہیں جواب میں لوگوں نے اس کو کیا کیا حدیثیں سنائیں۔ مجھ سے وہ چونکہ کافی زیادہ پڑھا لکھا تھا تو میں نے پہلے اس کی ذہن سازی کی، جس طرح میں قادیانیت کے دور میں مسلمانوں کی کرتا تھا، میں نے اس پر یہ کلیہ آزمایا کہ آپ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ جو اللہ کے نبی کو اینٹ کہے وہ گستاخ ہے۔ کہنے لگا بڑی اچھی بات کہی، آپ بڑی جلدی سمجھ گئے، ورنہ جو مولوی مجھے تبلیغ کرنے آتے ان کو یہ بات سمجھ ہی نہیں آتی۔ میں نے کہا کیا آپ یہ بات مانتے ہیں کہ جو کوئی نبی کو

اینٹ کہے وہ گستاخ ہے تو کہنے لگا بالکل گستاخ ہے۔ میں نے کہا کہ اگر یہ گستاخی مرزا غلام احمد قادیانی کرے تو پھر؟ کہنے لگا کی جی وہ کر ہی نہیں سکتا۔ اس نے مجھے ایک شعر سنایا:

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا

نام اس کا ہے محمد دلبر میرا وہی ہے

مجھے پتا تھا کہ یہ مرزا قادیانی کا شعر ہے۔ میں نے کہا کہ جی بڑا اچھا شعر ہے، مجھے یہ بتائیں کہ اگر مرزا غلام احمد قادیانی یہ کہے کہ اللہ کے نبی آخری اینٹ ہیں تو پھر آپ کیا کہیں گے، اگر آپ اس طرح سوچتے ہیں کہ یہ گستاخی ہے؟ اس نے کہا کہ جی اس طرح ہو ہی نہیں سکتا۔ میں نے اپنا توڑا (بوری) نکالا، اس میں سے مرزے کی کتاب نکالی اور کھول کر اس کے آگے رکھ دی اور کہا کہ یہ پڑھو۔ اس نے پڑھا، لکھا تھا: ''دیوارِ نبوت کی آخری اینٹ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔'' میں نے کہا کہ مولوی تو ہوئے گستاخ کہ وہ نبی کو اینٹ کہتے ہیں، اب مرزے نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اینٹ کہا تو اب بتاؤ کہ اس کو کس درجے پر لے کر جاؤ گے؟ تو پتہ ہے کہ اس نے آگے سے کیا جواب دیا! کہنے لگا: ''شمس الدین صاحب! گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔'' میں نے کہا نہیں، صرف یہ بات نہیں ہے، آپ یہ بتائیں کہ یہ گستاخی ہے کہ نہیں ہے؟ اور گستاخی کرنے والا بندہ کون ہے؟ اب اس کے لئے پریشانی تھی، اس نے کتاب کے ایک دو صفحے آگے کے چیک کئے، ایک دو پیچھے کے دیکھے اور چپ ہو گیا۔ میں نے کہا اب آپ سے بات تو ہی نہیں سکے گی، میں ہی آگے چلتا ہوں، اس کے بعد اسے میں نے ایک کتاب دکھائی جس میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے: ''دیوارِ نبوت کی آخری اینٹ میں خود ہوں۔'' پہلی کتاب میں اس نے لکھا دیوارِ نبوت کی آخری اینٹ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یہاں لکھتا ہے میں خود ہوں۔ میں نے کہا کہ دونوں کتابیں تمہارے پاس ہیں، دونوں کا لکھنے والا مرزا قادیانی ہے، ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری اینٹ ہوئے دوسری طرف مرزا ہوا، چلو اب یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آخری کون ہے؟ اور فیصلہ بھی تمہیں نے کرنا ہے کیوں کہ مجھے تو پتا ہے کہ آخری نبی کون ہے۔ اب اینٹیں ہمارے پاس دو ہیں جبکہ جگہ ایک کی ہے، تم نے کرنا یہ ہے کہ دونوں میں سے ایک اینٹ لگاؤ، یہاں کون سی لگتی

ہے۔ وہ تھا تو بڑا پڑھا لکھا، بات کو سمجھ گیا، کہنے لگا: ''یار وہاں پر تو اللہ کے نبی ﷺ ہی آئیں گے۔''
میں نے کہا کہ میرے والدین بھی قادیانی ہیں اور تم بھی قادیانی ہو اس لئے تمہیں تھوڑی سی رعایت دیتا ہوں، تم مرزے کو وہاں لگا دو، اللہ کے نبی کو باہر نکال دو۔ کہنے لگا نہیں حضرت، یہ کیا کرتے ہیں، وہاں تو اللہ کے نبی ہی آتے ہیں۔ میں نے کہا یہی تو میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ وہاں اللہ کے نبی ہی آئیں گے اور وہ سوراخ بند ہو جائے گا۔ پھر یہ مرزا کہاں جائے گا، کیوں کہ نبوت کا باب تو بند ہو گیا۔ کہنے لگا بس جی مجھے بات سمجھ آ گئی، آج کے بعد نبوت والا باب بند ہو گیا۔ میں نے کہا اللہ تیرا شکر ہے۔ پھر ان ساتھیوں کے فون کیا، وہ بھی بہت خوش ہوئے، میرے لئے بھی دعا کی اور اس کے لئے بھی بہت دعا کی۔ پھر ان صاحب کا اگلا قدم یہ آیا کہ اب حیاتِ عیسیٰؑ پر گفتگو ہوگی، ہم نے ان کے ساتھ وہ گفتگو بھی کی، ہمیں ان کے ساتھ بحث میں کل ڈیڑھ مہینہ لگا۔ آج وہ صاحب الحمدللہ اپنے بیوی بچوں سمیت مسلمان ہو کر زندگی گزار رہے ہیں۔ ہمیں صرف ان قادیانیوں کو ان ہی کے رنگ میں سمجھانا ہے۔ ان کو اپنی تعلیمات کا بھی نہیں پتا۔ اس کی مثال میں یہ دیتا ہوں کہ ہم ہیں تو مسلمان پر ہم بھی پوری طرح اپنے نبی کی تعلیمات پر نہیں چلتے۔ اسی طرح قادیانیوں کو بھی نہیں پتا۔ اگر ہم یہ باتیں انھیں بتائیں اور سمجھائیں تو وہ بھی بہت جلد اس طرف آ سکتے ہیں۔

میرے بہنوئی ہیں، سرکاری ملازم ہیں اور انھوں نے ایم اے اکنامکس کیا ہوا ہے۔ جب میں نے ۲۰۱۳ء میں اسلام قبول کیا اور اس کے بعد جو پہلی بڑی عید آئی وہ میری اسلام کی پہلی عید تھی، میں نے بچوں سے کہا کہ ہمارے گھر تو عید پر کسی نے نہیں آنا کیونکہ خاندان تو سارا چھوٹ گیا ہے، ہم شام کو باہر سیر کے لئے چلیں گے، بچے بھی خوش ہو گئے۔ ابھی تین بجے تھے کہ میرے بہنوئی کا فون آیا، میں نے اُٹھایا تو کہنے لگے: ''او سرکاری مسلمان!'' میں نے کہا: ''جی بھائی جان!'' کہنے لگا: ''میں نے دیکھا ہے تم آج کل بینر کے ساتھ لٹکے ہوتے ہو۔'' میں نے پوچھا: ''کیا مطلب؟'' کہنے لگا: ''ایک جگہ بینر لگا تھا، اس پر لکھا تھا شمس الدین، میں نے دوستوں سے کہا وہ دیکھو میرا سالا لٹکا ہوا

ہے۔'' جب وہ طنز کر چکے تو میں نے کہا: ''بھائی جان حکم کریں۔'' کہنے لگا: ''آج ہمارے گھر آؤ تم۔'' میں نے پوچھا: ''خیریت ہے؟'' کہنے لگا: ''گھر پر کچھ مہمان اکٹھے ہوئے ہیں، کہتے ہیں شمس الدین کا مولوی پنا اتارنا ہے۔'' مولوی پنا یعنی یہ نیا نیا مولوی بنا ہے اور بڑا مولوی بنا پھرتا ہے تو آج اس کا مولوی پن اتارتے ہیں، بے عزت کرتے ہیں۔ میں نے کہا: ''بھائی جان! آج عید کا دن ہے، کل کا پروگرام رکھ لیتے ہیں۔'' کہنے لگا: ''نہیں نہیں، آج مہمان اکٹھے ہوئے ہیں، ان کے سامنے بات ہو۔'' میرے بچے ساتھ کھڑے سن رہے تھے، وہ رونے لگ گئے کہ ہم نے تو سیر کے لئے جانا ہے آج، میں نے گھر والی سے کہا کہ جس دن اللہ نے مجھے اسلام کی دولت دی تھی اس دن میں نے یہ اعلان کیا تھا کہ اب میری ساری زندگی ختمِ نبوت کے لئے وقف ہے، اب قادیانی بلائے اور میں نہ جاؤں، ایسا نہیں ہوسکتا۔ پھر میں نے کہا کہ وہ میرا بہنوئی ہے اور یہ میری ایک ہی بہن ہے تو آپ لوگ بھی تیاری کرو، سب اکٹھے چلتے ہیں۔ بہر حال میں نے بچوں کو اشارہ کیا: ''شت'' تو وہ سمجھ گئے کہ باپ کیا کہنا چاہتا ہے، انھوں نے فٹافٹ مرزے کو پکڑا اور گاڑی کی ڈگی میں بند کر دیا، یعنی مرزے کی کتابوں کو بیگ میں ڈالا اور گاڑی میں لاد دیا۔ وہاں پہنچے، بیٹھے، گفتگو شروع ہوئی، میرے بہنوئی نے پہلے دس منٹ تک مرزے پر لیکچر دیا اور کمال لیکچر دیا! اگر کوئی عام آدمی سنتا تو سمجھتا کہ شاید یہ ساری باتیں سچی ہیں۔ آخر میں کہنے لگا کہ دو ہزار سال ہو گئے عیسیٰؑ کو اس دنیا سے گئے ہوئے، آج تک کسی کو نہیں پتا کہ وہ کہاں ہیں، اللہ نے آج تک مسلمانوں میں کوئی ایسا نیک بندہ پیدا ہی نہیں کیا جس کو یہ بتایا ہو کہ عیسیٰؑ کہاں ہیں، اللہ نے مرزا غلام احمد قادیانی پر وحی کی اور اس کو بتایا کہ حضرت عیسیٰؑ کی قبر آزاد کشمیر میں ہے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ حضرت عیسیٰؑ کی قبر جو آپ بتا رہے ہیں کہ آزاد کشمیر میں ہے اور بقول آپ کے اللہ نے کوئی ایسا نیک بندہ ہی نہیں پیدا کیا جس کو بتاتا تو میں دعا کرتا ہوں کہ اس جیسا نیک بندہ دوبارہ کبھی پیدا ہی نہ ہو۔ پھر میں نے پوچھا کہ کشمیر میں مرزے کی قبر والی وحی لے کر آنے والا کون تھا۔ کہنے لگے: ''کیا تم بھول گئے ہو؟'' میں نے کہا کہ جی مجھے تو اتنا پتا ہے کہ محمد

رسول اللہ ﷺ پر جو وحی آتی تھی وہ جبرائیلؑ لے کر آتے تھے۔ کہنے لگے اس پر بھی جبرئیلؑ ہی آتے تھے۔ میں نے کہا چلو ٹھیک ہے، یہ بتاؤ یہ کشمیر میں جو قبر ہے اس کا آپ کو کتنے فیصد یقین ہے کہ یہ حضرت عیسیٰؑ کی ہی ہے۔ میرا سوال تو یقین کا تھا، انھوں نے جواب دیا کہ ہمارا ایمان ہے کہ یہ قبر عیسیٰؑ کی ہے۔ میں نے کہا چلیں آپ اپنی بات جاری رکھیں، جب ختم کرلیں پھر میں شروع کروں گا۔ کہنے لگے بس بات یہی ہے، اب تم بتاؤ کہ کیا عیسیٰؑ کی قبر جھوٹی ہے کشمیر میں اور ثبوت بھی دو اس بات کا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے، پھر بچوں کو اشارہ کیا ''شت'' تو ان کو تو سمجھ نہیں آئی پر بچے سمجھ گئے اور بھاگے بھاگے گئے، مرزے کو ڈگی سے نکالا اور جب میں نے اس کو میز پر پوسٹ مارٹم کے لئے بچھایا تو پھر انھیں سمجھ آئی کہ یہ کیا اشارے کر رہا تھا۔ بہرکیف کتابیں میں نے نکالیں اور وہاں رکھیں اور جس کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا تھا کہ اللہ نے مجھے وحی کی اور بتایا کہ کشمیر میں عیسیٰؑ کی قبر ہے، وہ کھول کر ان کے سامنے رکھی کہ پڑھ لیں کہ کتاب میں مرزے نے یہ دعویٰ کیا ہے۔ انھوں نے پڑھی اور کہا کہ یہی تو ہم بھی کہہ رہے ہیں۔ میں نے یہ کتاب ایک طرف کھلی رکھ لی۔ اب میں نے مرزے کی ایک اور کتاب نکالی اور اس میں وہ صفحہ کھول کر بتایا کہ اس میں مرزا قادیانی لکھتا ہے: ''حضرت عیسیٰؑ کی قبر فلسطین کے علاقہ الخلیل میں ہے۔'' اب دوسری قبر فلسطین میں ہے اور پہلی کشمیر میں، تو میں نے پوچھا کہ جی آپ کے بقول جبرئیلؑ وحی لے کر آئے تھے کہ عیسیٰؑ کی قبر کشمیر میں ہے، تو یہ دوسری وحی کون لے کر آیا کہ قبر فلسطین میں ہے؟ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ جبرئیلؑ ایک دفعہ وحی لائیں کہ قبر کشمیر میں ہے دوسری دفعہ وحی لائیں کہ قبر فلسطین میں ہے۔ بس اب وہ سب خاموش۔ میں نے کہا میں بتاتا ہوں، وہ دوسرا فرشتہ مرزے کا ٹیچی ٹیچی تھا۔ آپ لوگوں نے نام سنا ہوگا ٹیچی ٹیچی کا۔ میں آج کتابیں ساتھ نہیں لایا یہاں ورنہ آپ کو دکھاتا کہ وہ فرشتہ ٹیچی ٹیچی اصل میں وحی نہیں بلکہ پیسے لے کر آیا تھا مرزے کے پاس۔ اب یہ دوسری کتاب بھی کھول کر پہلی کتاب کے اوپر رکھ دی۔ پھر میں نے تیسری کتاب نکالی اور کہا کہ جی اس میں مرزا لکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی قبر بلادِ شام میں واقع ہے اور اس پر اس نے دو

بندوں کی گواہی بھی پیش کی۔ میں نے پوچھا کہ بتائیں اب اس پر کون وحی لے کر آیا؟ وہ سب خاموش! وہ جو مجھے بے عزت کرنا چاہتے تھے، میرا مولوی پنا اتارنا چاہتے تھے وہ سارے خاموش۔ میں نے کہا میں بتاتا ہوں اس پر کون وحی لے کر آیا۔ اس پر وحی لانے والا مرزے کا ایک ہندو فرشتہ تھا جس کا نام تھا 'مٹھن لال'۔ تیسری کتاب بھی میں نے ان کے ساتھ رکھ دی اور کہا اب Triangle (تکون) بن گیا قبروں کا، اب آپ بتائیں ایمان کس قبر پر ہے آپ کا! تینوں قبریں بتانے والا مرزا ہی تھا۔ وہ خاموش رہے۔ میں نے کہا آپ اب کیا بات کریں گے، میں نے ابھی ہاتھ پھر سے بڑھایا ہی تھا کہ میرے بہنوئی نے کہا: ''کیا کرنے لگے ہو؟'' میں نے کہا: ''جی چوتھی قبر نکالنے لگا ہوں۔'' کہنے لگا: ''یار! یہ میرا گھر ہے کہ قبرستان ہے!'' میں نے کہا: ''میں نے تو بات نہیں شروع کی قبروں کی، آپ نے ہی شروع کی تو میں نے سوچا چلوں قبریں دکھا دیتے ہیں آپ کو۔'' وہ بڑے غصے میں کہنے لگا: ''ان سب کتابوں کو بند کر۔'' میں نے پوچھا: ''آپ مرزے کو مانتے کیا ہیں؟'' کہنے لگا: ''امام مہدی۔'' میں نے کہا: ''اللہ کا نبی نہیں مانتے؟'' کہنے لگا: ''ہاں وہ بھی مانتے ہیں۔'' میں نے کہا: ''جو نبی کی بات ہوتی ہے وہ حدیث ہوتی ہے اور آپ اتنی بے عزتی کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ اس کو بند کر۔ آپ کے نبی کی بات کو بند کر دوں؟ یہ کیا ہو گیا ہے آپ کو؟'' اب ان کا لہجہ نرم پڑ گیا، کہنے لگے: ''چل بند کر دے ان کتابوں کو، ویسے بات کرتے ہیں۔'' میں نے کہا: ''اگر آپ مجھے موقع دیں تو پانچویں قبر بھی دکھاؤں گا آپ کو، ابھی وہ بھی بیگ میں بند پڑی ہے۔'' جو لوگ میرا تماشہ دیکھنے آئے تھے انھوں نے دیکھا کہ بات تو اُلٹی ہو گئی، ایک نے اشارہ سے یوں کہا (پیشاب کے لئے جانے کی اجازت مانگی) اور وہاں سے ہوتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا، ایک اور نے بھی اشارے سے یوں کہا بھائی جان اور (پیشاب کے بہانے) وہ بھی نکل گیا، ایک نے موبائل جیب سے نکالا اور کہا: ''ہیلو! آپ کی آواز نہیں آ رہی، میں باہر نکل کر آپ سے بات کرتا ہوں۔'' یوں میرے کتابیں بند کرتے کرتے وہ سارے لوگ جو تماشہ دیکھنے آئے تھے پانچ منٹ کے اندر اندر نکل گئے۔

بہرحال دن کے چار بجے ہماری باتیں شروع ہوئیں اور رات کے دو بج گئے اور میں کتابیں کھول کھول کر سارے کفر دکھاتا گیا ان کو۔ہم سب جانتے ہیں کہ جب ہم کلمہ پڑھتے ہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو پہلے یہ فرمایا اللہ نے کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں اور دوسرا حصہ ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ میں نے ان کو یہ بھی دکھا دیا کہ ایک کتاب میں کہ مرزے نے لکھا ہے: ''اسلام کے دو حصے ہیں، اللہ کی اطاعت اور حکومتِ برطانیہ کی اطاعت۔'' سارا کچھ میں نے انھیں کھول کر دکھا دیا، رات کے دو بج گئے، میں نے پوچھا: ''کہاں گئے آپ کے وہ سارے مہمان جن کی وجہ سے مجھے بلایا ہے؟'' کہنے لگے: ''ادھر ہی ہیں، ادھر ہی ہیں۔'' میں نے کہا ان کو بلائیں، فون کریں، ساری بات تو وہ لوگ سنتے جائیں۔'' کہنے لگے: ''ابھی آجائیں گے۔'' میں نے کہا: ''فکر نہ کریں، جب تک میں آپ کے گھر میں بیٹھا ہوں، وہ کبھی نہیں آئیں گے۔'' یقین کریں میں رات دو بجے تک بیٹھا رہا پر ان میں سے کوئی واپس نہیں آیا۔ کہتے ہیں نا کہ جب حق آتا ہے تو باطل بھاگ جاتا ہے۔ الحمد للہ۔ آخر میں نے ان سے پوچھا: ''مجھے یہ بتائیں کہ آپ کو اللہ کے نبی ﷺ سے زیادہ پیار ہے یا اس مرزے سے؟'' اس کے جواب میں وہ جو میری اکلوتی بہن ہے اس نے مجھے جواب دیا: ''مجھے تو مرزے سے زیادہ پیار ہے۔'' میں نے کہا: ''کیوں اس کے پیچھے پڑی ہے، خود تو جہنم میں چلا گیا، تجھے بھی پیچھے لے کر جا رہا ہے، چھوڑ دے اس کا بھیڑا (دامن)۔'' اگلا جواب اس نے یہ دیا: ''اگر مجھے اللہ میاں بھی آکر کان میں یہ بات کہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی جھوٹا ہے تو میں اس کی بات بھی نہیں مانتی۔'' بس پھر میں اُٹھا، بیگ گاڑی میں رکھا، بچے سو گئے تھے، ان کو اُٹھایا، بڑا ہی پریشان کہ یا اللہ! ایک ہی میری بہن ہے، اس نے یہ کیا کہہ دیا۔ نکلنے سے پہلے بہن کو اچھی طرح کہہ کر آیا کہ میں جب چلا جاؤں تو توبہ ضرور کر لینا اللہ تعالیٰ سے، میرے سامنے تو ہوسکتا ہے تجھے شرم آرہی ہو مگر یہ جو بات تو نے کہی یہ بڑی غلط بات ہے، نماز پڑھ کر توبہ کر۔ یہ کہہ کر میں گھر آگیا۔

میرا بڑا بھانجا جو چھبیس سال کا تھا اس گفتگو میں نہیں بیٹھتا تھا، وہ کہتا تھا کہ ماموں غلط ہے

اور مولویوں کے ہتھے چڑھ گیا ہے۔ وہ مجھے مرتد، زندیق، کافر اور بڑی بڑی گالیاں نکالتا تھا۔ میں گھر آ گیا، ایک دو دن پریشان رہا، پھر زندگی معمول کے مطابق آ گئی، مگر اللہ نے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ اپنے بھانجے کو اسلام کی دعوت دے حالانکہ میں اس کو دعوت نہیں دینا چاہتا تھا۔ میں نے ایک دن دعا کی اللہ تعالیٰ سے کہ یا اللہ اس کو ہدایت دے، دعوت تو اب میں نے اس کو دینی ہے، پر اس نے آگے سے مجھے گالیاں دینی ہیں، یا اللہ میں کیا کروں، اللہ سے یہ باتیں کر کے میں نے دعا کی اور اسے فون کیا۔ اس کا نام تھا احمد شفیع، میں نے کہا: ''یار آج میرے گھر آ جاؤ۔'' کہنے لگا: ''ماموں کیوں؟ خیریت ہے؟'' جب اس نے یہ کہا تو مجھے تسلی ہوگئی کہ اس نے آگے سے گالی نہیں دی بلکہ ماموں کہہ دیا ہے تو اللہ نے میری دعا سن لی ہے، گالی نہ دینے کے ساتھ ہدایت کی دعا بھی مانگی تھی اس لئے مجھے یہ بھی یقین ہو گیا کہ اس کو اللہ ہدایت بھی دے دیں گے۔ وہ رات ساڑھے نو بجے میرے گھر آیا، ساڑھے بارہ بجے تک میں نے اس کو قادیانی کتابوں سے کفر نکال کر دکھائے، آخر ساڑھے بارہ بجے کہتا ہے کہ ماموں بس کر دیں، آپ نے تو مجھے بڑی ہی گندی باتیں نکال کر دکھائی ہیں۔ اپنی کتابوں میں حضرت عیسیٰؑ کی دادیوں اور نانیوں کو مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے کہ وہ زانی عورتیں تھیں۔ اس پر ایک اور واقعہ بھی آپ کو بعد میں سناتا ہوں۔ بہرکیف اس نے کہا کہ ماموں یہ کتابیں بند کر دیں، میں نے بند کر دیں، جب قادیانی سننا نہ چاہے تو پھر نہیں سنانی چاہئے کیونکہ پھر وہ دھیان ہی نہیں دیتا۔ میں نے پوچھا: ''بیٹا اب بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے اس معاملے میں؟'' کہنے لگا: ''ماموں بہت زیادہ کفر لکھا ہے، بڑی گندی باتیں لکھی ہیں، مگر میں آپ کو سچی بات بتاؤں کہ یہ جو کتابیں آپ نے مجھے دکھائی ہیں یہ مرزا صاحب کی نہیں ہیں، یہ کسی مولوی نے لکھی ہیں۔'' سارا غصہ پھر مولوی پر! کہنے لگا: ''ایسی گندی باتیں مولوی لکھ سکتا ہے، مرزا صاحب نہیں لکھ سکتے۔'' میں اُٹھا، الماری کھولی، اس میں سے قرآن پاک نکالا اور لا کر اس سے کہا: ''اس کتاب کو جانتا ہے؟'' کہنے لگا: ''کون نہیں جانتا، یہ اللہ کا کلام ہے۔'' میں نے کہا: ''میں اس کلامِ پاک کی قسم اُٹھا کر کہتا ہوں کہ یہ کتابیں مرزا غلام احمد قادیانی

کی ہیں۔'' اس نے کہا: ''میں نہیں مانتا آپ کی بات۔'' یعنی میں قرآن کی گواہی دے رہا ہوں اور وہ بچہ نہیں مان رہا۔ اس کے ساتھ اس کے دو دوست بھی تھے۔ میں نے دل میں سوچا کہ یا اللہ میرے پاس تو یہی طریقہ تھا کہ قرآن پاک کی قسم اُٹھالی، اب اسے کیسے سمجھاؤں، اسی وقت اللہ نے رہنمائی فرمادی، میں نے کہا: ''ایک اور طریقہ ہے فیصلہ کرنے کا، تیری نظر میں مولوی سب سے برا انسان ہے اور تو کہتا ہے کہ یہ کتابیں بھی کسی مولوی کی ہیں، میری نظر میں یہ مرزا قادیانی کی ہیں، مجھے مرزے سے نفرت ہے، تجھے مولوی سے نفرت ہے، چل ایسا کرتے ہیں کہ تو بھی ان کتابوں کے لکھنے والے پر لعنت بھیج، میں بھی ان کتابوں کے لکھنے والے پر لعنت بھیجتا ہوں۔'' اب وہ خاموش ہوگیا، کہ اگر یہ کتابیں واقعی مرزا قادیانی کی ہوئیں تو پھر کیا ہوگا، وہ اب تک جو صوفے پر ٹیک لگا کر بیٹھا تھا تو سیدھا ہوگیا اور کہنے لگا: ''ماموں دیکھنا، مروانہ دینا۔'' میں نے کہا: ''میں تجھے حقیقت بتا رہا ہوں۔'' کہنے لگا: ''ماموں اس بحث کو یہیں روک دیتے ہیں۔'' میں نے کہا ''روک دیتے ہیں، اگر تو مرزے پر لعنت نہیں بھیجنا چاہتا تو جس طرح چاہے اپنی تسلی کرلے۔'' پھر وہ چلا گیا۔

میں سوچتا رہا کہ اس نے مجھے جواب نہیں دیا کوئی، گھر جا کر وہ بچہ ساری رات سو نہیں سکا، اس کی بیوی نے بتایا کہ ساری رات جاگتا رہا، صبح اُٹھا، بیوی کو ساتھ لیا اور اپنے قادیانیوں کے ایک عالم کے پاس چلا گیا... یہ لوگ اپنے عالم کو 'مربی' کہتے ہیں پر میں انھیں 'رِبی' کہتا ہوں جیسے یہودی اپنے عالموں کو رِبی کہتے ہیں... اس نے اپنے رِبی کے گھر سے دو کتابیں لیں، مرزے کی نمبروار کتابیں ہیں تقریباً سو کے قریب، ان میں سے یہ جلد نمبر ۲۱ اور ۲۲ لے کر شام کو میرے گھر آگیا اور کہنے لگا: ''ماموں جی! اب پتا چلے گا آپ کی کتابوں کا کہ یہ ایک نمبر ہیں یا دو نمبر ہیں۔'' میں نے اپنی الماری سے بھی ۲۱ اور ۲۲ نمبر جلدیں نکالیں، کہنے لگا یہ میری بیوی کو پکڑا دیں، اب ایک طرف اس کی بیوی صوفے پر بیٹھی ہے اور دوسری طرف وہ خود بیٹھا ہے اور اس سے کہتا ہے: ''کوئی صفحہ نکال اور مجھے بتا، میں بھی وہ صفحہ کھولوں گا اور تو وہاں سے پڑھے گی اور میں یہاں سے دیکھوں گا، پتا چل جائے گا کہ

ماموں کی کتابوں میں کیا فرق ہے۔'' یوں وہ میاں بیوی پونہ گھنٹہ لگے رہے اور کھول کھول کر مختلف صفحے چیک کرتے رہے اور ایک دوسرے سے موازنہ کرتے رہے، بالآخر پونے گھنٹے بعد اس نے ساری کتابیں بند کیں، جو دو ساتھ لایا تھا وہ لفافے میں ڈالیں اور میری کتابیں مجھے واپس کیں تو میں نے کہا: ''کیا نتیجہ نکلا؟'' کہنے لگا: ''ماموں ایک نکتے کا فرق نہیں ہے۔'' میں نے کہا: ''میں نے تو رات کو ہی تجھے کہا تھا، پر تو نہیں مانا، تیری خاطر میں قرآن کی جھوٹی قسم تھوڑی کھا رہا تھا، اب تجھے اللہ نے ثبوت دے دیا ہے، بتا اب کیا ارادہ ہے؟'' کہنے لگا: ''رات کو تو میں ڈر رہا تھا کیونکہ میری امی نے کہا تھا کہ ماموں کے پاس کتابیں دو نمبر ہیں اور کسی مولوی کی لکھی ہوئی ہیں، میں چونکہ ماں کی بات کا یقین کرتا تھا اس لئے رات کو میں نے ان کتابوں کے لکھنے والے پر لعنت نہیں بھیجی، اب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ ساری کتابیں ہماری ہیں اور یہ تعلیمات مرزا غلام احمد قادیانی کی ہیں لہٰذا اب میں مرزے پر لعنت بھیجتا ہوں، آپ مجھے کلمہ پڑھائیں، میں مسلمان ہوتا ہوں۔'' الحمدللہ وہ لڑکا مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے اس کی بیوی کی طرف دیکھا اور پوچھا: ''کُڑیئے! تیرا کی ارادہ اے؟ اوہ تے ہو گیا۔'' (اے لڑکی! تمہارا کیا ارادہ ہے اب؟ تمہارا خاوند تو مسلمان ہو گیا ہے) کہنے لگی: ''ماموں یہ ساری رات نہیں سویا اس پریشانی میں اگر واقعی وہ ساری کتابیں ہماری ہیں اور وہ گند ہماری کتابوں میں ہیں تو یہ ہم کس سمت میں جا رہے ہیں، وہ اب میں نے بھی دیکھ لیا، اب میں بھی مرزے کو چھوڑتی ہوں اور اسلام قبول کرتی ہوں۔'' یوں دونوں میاں بیوی مسلمان ہو گئے۔ اب یہ لڑکا ہے کون؟ یہ اس عورت کا بیٹا ہے جو کہتی تھی کہ اگر اللہ میاں بھی میرے کان میں کہے تو میں نہیں مانتی۔ اللہ نے اسی کے گھر میں اس کے ہی بیٹے کو اسلام کی دولت دے دی۔ اللہ کو للکارنا کوئی آسان کام نہیں کہ ہر کوئی اٹھے اور کہے کہ اللہ ایسا کہے تو میں نہیں مانتا نعوذ باللہ۔ تو پہلے اس کا بھائی مسلمان ہوا تھا، اب بیٹا مسلمان ہو گیا۔

اس کے ساتھ چھوٹا بھائی بھی آیا ہوا تھا، میں نے اس کی طرف دیکھا اور کہا: ''تیرا کیا ارادہ

ہے؟'' کہنے لگا: ''ماموں! احمد تو آپ کی باتوں میں آ گیا پر میں نہیں آنے والا۔'' میں نے کہا: ''میں نے تجھے باتوں میں تھوڑی لے کر آنا ہے، میں نے تو تجھے دائرہ اسلام کے اندر لے کر آنا ہے، صرف باتوں میں نہیں پھنسانا۔ تو تصدیق کر!'' کہنے لگا: ''میں چناب نگر ربوہ جاؤں گا، وہاں سے کم از کم پچاس سال پرانی کتابیں نکالوں گا مرزا کی اور چیک کروں گا۔'' میں نے کہا: ''میں تجھے حوالے لکھ دوں گا، کتابوں کے نام اور صفحہ نمبر کے ساتھ، تو چیک کر لے۔'' کہنے لگا: ''نہیں مجھے حوالے نہ دیں بلکہ میں وہاں پہنچ کر آپ کو اطلاع کروں گا، آپ مجھے اپنے موبائل سے پیکج پر فون کیجئے گا، پھر میں آپ کو جو کتاب اور صفحہ بتاؤں وہ کتاب آپ کھول کر مجھے سنائیں گے۔'' میں کہا: ''ٹھیک ہے۔'' وہ چناب نگر ربوہ گیا اور قادیانیوں کی بڑی لائبریری میں بیٹھ گیا اور مرزے کی ستر سال پرانی کتابیں نکالیں جن پر اب گتے بھی نہیں تھے، اب وہ مجھے کہے فلاں کتاب فلاں صفحہ کھولیں، گھر سے میں کھولوں اس کو پڑھ کر سناؤں، جہاں جہاں سے وہ کہتا گیا میں سناتا گیا، یوں میں نے اس کو تقریباً پونے دو گھنٹے سارے صفحے پڑھ پڑھ کر سنائے، بالآخر وہ کہتا ہے ''ماموں بس کریں''، میں نے پوچھا: ''خیریت ہے؟'' کہنے لگا: ''میں تھک گیا۔'' میں نے پوچھا: ''کس کا اُمتی ہے؟'' کہنے لگا: ''سمجھ نہیں آئی۔'' میں نے کہا: ''کس نبی کا امتی ہے تو؟'' کہنے لگا: ''مرزا صاحب کا''، میں نے پوچھا: ''تیرا ماما کس کا امتی ہے؟''، کہتا ہے: ''حضور اکرم ﷺ کے''، میں نے کہا: ''تو تھک گیا ہے، تیرا ماما نہیں تھکا، اگر تو کہے تو دو گھنٹے اور تجھے پڑھ پڑھ کر سناؤں۔'' کہنے لگا: ''ماموں مجھے تسلی ہو گئی ہے، میں لاہور آ کر اعلان کر دوں گا۔'' میں نے کہا: ''لاہور آنے کے لئے تو نے چار گھنٹے کا سفر کرنا ہے جبکہ زندگی کے تو ایک پل کا بھی نہیں پتا کہ جو سانس اندر چلا گیا وہ واپس باہر آئے گا اور تو کہتا ہے کہ لاہور آ کر اعلان کروں گا! وہیں اعلان کر اور پھر سفر کر، تاکہ اگر اللہ نہ کرے تجھے کچھ ہو جائے تو تُو دائرہ اسلام کے اندر ہو۔'' اب وہ بائیس سال کا لڑکا تھا، ڈر رہا تھا، کہنے لگا: ''ماموں یہاں تو سارے قادیانی بیٹھے ہیں اردگرد۔'' میں نے کہا: ''بچے اسلام کا تو مزہ آتا ہے کفر میں بیٹھ کر اعلان کرنے کا، تو موبائل پر کہہ کہ

میں مرزے پر لعنت بھیجتا ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھتا ہوں۔" اس نے ہلکا سا کہا: "ماموں مرزے پہ لعنت ہے۔" میں نے کہا اب کلمہ پڑھ زور سے، اس پر تو قادیانی نہیں ماریں گے نا۔" اس نے کہا: "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔" میں نے کہا: "اب سفر کرو۔" تو یہ لڑکا کون ہے؟ یہ بھی اس عورت کا یعنی میری بہن کا دوسرا بیٹا ہے۔ اللہ نے اس کو دو بیٹے دئے تھے، اس نے اللہ کو للکارا اور کہا کہ اللہ کے نبی سے بڑھ کر مجھے مرزے سے محبت ہے تو اللہ نے اس کے دونوں بیٹوں کو اسلام میں داخل کر دیا۔ اب وہ دونوں ٹوپی پہن کر محلے میں مسلمانوں کی مسجد میں نماز پڑھنے جاتے ہیں اور جب بھی جاتے ہیں تو ان کی ماں مجھے جھولی اُٹھا کر بد دعائیں دیتی ہے۔ مجھے بھانجا بتاتا رہتا تھا، ایک دن میں نے پوچھا کہ بددعا کیا دیتی ہے مجھے تو کہنے لگا کہ ماں کہتی ہے: "اس کے بچے سِکھ ہو جائیں، عیسائی ہو جائیں، کافر ہو جائیں۔" ایک دن اتفاق سے بہن کے ساتھ آمنا سامنا ہو گیا، میں نے کہا: "یہ تو اپنے بھائی کو کیسی کیسی بددعائیں دے رہی ہے، اس طرح کر کہ تو ایک ہی بددعا دے"، کہنے لگی وہ کیا، میں نے کہا: "تو یہ بددعا دے کہ یا اللہ اس نے جو میرے بیٹوں کو بنایا ہے تو اس کے بیٹوں کو بھی وہی بنا، بدلہ تو یہ ہوا نا، اگر تو سمجھتی ہے کہ میں نے تیرے بیٹوں کو سکھ بنا دیا تب تو مجھے سکھ والی بددعا دے۔" کہنے لگی کہ یہ میں کیوں کہوں! میں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تیرے دل میں ہے کہ میں نے تیرے بچوں کے ساتھ اچھا کام کیا ہے۔

بہر حال اس طرح باتیں ہوتی رہتی ہیں، بے شمار قادیانیوں سے میری ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں، کتنے قادیانیوں کے کیا کیا واقعات سناؤں، الحمد للہ بڑا خوش ہوں کہ اللہ نے باقی زندگی کے لئے مجھے دین کے لئے چن لیا اور اچھے اور مخلص ساتھی عطا فرما دئے۔ گوجرانوالہ کا واقعہ ہے، ایک بڑا کٹر قادیانی تھا، مجھے انیس شاہ صاحب نے فون کیا کہ گوجرانوالہ میں ایک مرزائی ہے اس سے ملنا ہے اور ہم کہیں دور ہیں، میں اس وقت سیالکوٹ سے واپس آ رہا تھا، میں نے کہا میں جا کر مل لیتا ہوں، میں وہیں سے گوجرانوالہ مُڑ گیا۔ اس قادیانی کا اپنا کارخانہ تھا، وہاں بیٹھ گئے، دوست مجھے کہنے لگے کہ اس

سے پہلے بھی اس سے بڑی ملاقاتیں ہوئی ہیں پر یہ باتوں میں آتا نہیں ہے، میں نے کہا ہم نے کون سا باتوں میں لانا ہے، ہم نے تو اسلام میں لانا ہے، کہنے لگے جی مقصد کہنے کا ہمارا بھی یہی ہے، بہر حال میں نے اس جا کر کہا: ''بھائی جان میں نے آپ سے ایک ہی سوال کرنا ہے، مجھے اس کا جواب عطا فرما دیں۔'' کہنے لگا کہ جی کریں، میں نے پوچھا: ''عیسیٰؑ کے والد کا نام کیا تھا؟'' وہ ہنسا اور کہنے لگا: ''یہ کیا سوال ہوا؟'' میں نے کہا: ''کیوں؟ یہ سوال نہیں ہے کیا؟'' کہنے لگا: ''سوال تو ہے پر ان کے والد تو ہیں ہی نہیں۔'' میں نے کہا: ''یہ جو بات آپ نے کہی اس کا ثبوت کیا ہے؟'' کہنے لگا: ''قرآن پاک ثبوت ہے اس کا''، میں نے کہا: ''دیکھ لیں، ہوسکتا ہے قرآن پاک میں ان کا نام نہ بتایا گیا ہو، حدیث میں بتا دیا ہو اللہ کے نبی ﷺ نے۔'' کہنے لگا: ''حدیث میں بھی نہیں ہے''، میں نے کہا: ''اسلامی کتب میں کہیں دکھا دیں''، کہنے لگا: ''اسلامی کتب میں بھی کہیں نہیں ہے، باپ ہوگا تو کہیں نام آئے گا نا''، میں نے کہا: ''اس کا مطلب ہے کہ آپ کو پکا یقین ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے والد نہیں تھے؟'' کہنے لگا: ''قرآن سے بڑھ کر تو بات ہی کوئی نہیں، یہ تو حدیث اور اسلامی کتب کا بھی آپ نے پوچھا ورنہ اس میں تو زیادہ بات ہی نہیں''، میں نے مرزے کی کتاب نکالی اور کہا: ''بھائی جان اس کی یہ آخری لائن ذرا مجھے زور سے پڑھ کر سنا دیں''، اس نے کہا: ''لائیں'' اور بڑی تیزی سے ہاتھ بڑھایا، کتاب پکڑی، وہ صفحہ کھولا اور آخری لائن دیکھتے ہی اس کی ساری تیزی ختم ہوگئی۔ میں نے کہا: ''بھائی جان پڑھیں تو سہی کیا لکھا ہے''، کہنے لگا: ''پہلے مجھے تو ذرا پڑھنے دو تسلی سے''، انھوں نے اسے پڑھا، پھر آگے پیچھے دیکھا تسلی سے، ساتھی خاموش بیٹھے تھے، آخر بول پڑے کہ ''حضرت عبارت تو پڑھیں کہ لکھا کیا ہے''، میں نے کہا: ''ان سے نہیں پڑھی جائے گی، میں پڑھ کر بتاتا ہوں''، کتاب انہی کے ہاتھ میں تھی، میں نے سنایا کہ وہاں لکھا ہے: ''حضرت عیسیٰؑ اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس تک نجاری کا کام کرتے رہے۔'' اب یہ عبارت اس کے لئے پڑھنا محال تھی، کیونکہ وہ یہ کہہ بیٹھا تھا کہ قرآن کے مطابق ان کے والد نہیں ہیں۔ میں نے کہا: ''میں نے تو صرف حضرت عیسیٰؑ کے والد کا

نام پوچھا تھا، مرزے نے کاروبار بھی بتا دیا کہ وہ بائیس سال تک اپنے والد کے ساتھ لکڑی کا کام کرتے رہے۔ ایک بات اس سے یہ پتا چلی کہ قادیانی کتب اسلامی کتب ہیں ہی نہیں کیونکہ ابھی میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ کہیں اسلامی کتب سے ان کے والد کا نام دکھا دیں، آپ نے کہا کسی میں نہیں ہے، اب جو اس میں حضرت عیسیٰؑ کے باپ کا نام آ گیا تو یہ اسلامی کتب سے نکل گئی، اسی وجہ سے میں نے یہ سوال کیا تھا۔'' ابھی صرف ایک ہی سوال کیا تھا، اس نے کہا: ''بھائی! یہیں بات روک دیں، مجھے سمجھ آ گئی''، میں نے پوچھا: ''ہمارے لئے کیا حکم ہے؟'' اس نے کہا: ''بیٹھیں، چائے پئیں، کھانا کھائیں، میں پہلے اس کا جواب ڈھونڈوں گا پھر بات کروں گا''، میں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ کچھ دن بعد اس سے پھر بات ہوئی تو اس نے کہا: ''میں نے وہ سوال اسی طرح جا کر اپنے بچوں سے کیا جس طرح آپ نے مجھ سے کیا تھا، میری بیٹی بی۔ اے میں پڑھ رہی ہے، بیٹا ایف ایس سی کر رہا ہے، میں نے ان سے کہا کہ میں نے آپ کو اتنا پڑھایا، لکھایا، ہر سہولت دی، مجھے اس کا جواب چاہئے، بچوں نے وہی جواب دیا جو میں نے آپ کو دیا، پھر جب میں نے گھر سے مرزے کی کتاب نکال کر بچوں کو دکھائی تو بچے بھی حیران ہو گئے۔'' میں نے کہا: ''پھر؟''، اس نے کہا: ''میں آپ سے پھر ملاقات کروں گا''، میں نے پوچھا: ''آپ نے اپنے بچوں کو کیوں ایسا کہا؟'' کیونکہ قادیانی عام طور پر ایسا نہیں کرتے، اس نے کہا: ''جی میں چاہتا ہوں کہ اگر مجھے قادیانیت چھوڑنی پڑے تو میرے بچے بھی میرے ساتھ ہی چھوڑ دیں۔'' ہمیں صرف محنت کرنی ہے اور دعا کرنی ہے۔ انھیں اپنی کتابوں کا علم نہیں ہے، اپنے دین کا علم نہیں ہے، ہمیں ان کو دکھانا ہے انشاء اللہ۔

میں قیام پور میں ایک جمعہ پڑھانے گیا، جمعے میں ایک کتاب سے حوالہ پڑھ کر سنا رہا تھا کہ مرزا قادیانی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ عیسیٰؑ کی دادیاں اور نانیاں زنا کار کسبی عورتیں تھیں، استغفراللہ۔ جب میں یہ حوالہ سنا رہا تھا تو وہاں کے قادیانی بھاگے بھاگے اس علاقے کے پادریوں کے پاس چلے گئے، جا کر اس کی کنڈی کھڑکائی اور کہا: ''وہ دیکھو مسجد میں جو مولوی بیان کر رہا ہے وہ

حضرت عیسیٰؑ کو گالیاں نکال رہا ہے۔'' جس وقت انھوں نے پادری سے یہ کہا اسی وقت میں ادھر یہ عبارت پڑھ رہا تھا، اس نے اپنے کانوں سے وہ بات سن لی، اس نے اپنے ساتھ عیسائی اکٹھے کئے اور جمعے کے بعد آ گیا، کہنے لگا میں نے اس مولوی سے ملنا ہے جو بیان کر رہا تھا، ہم ایک ڈیرے پر بیٹھ گئے، پادری نے کہا: ''مجھے آپ یہ بتائیں کہ نبی کریم ﷺ نے کہاں آپ مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ آپ دوسرے انبیاء کے والدین کے بارے میں بُرا بھلا کہیں؟'' میں نے کہا: ''ہم تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتے''، اس نے کہا: ''وہ جو عبارت آپ پڑھ کر سنا رہے تھے حضرت عیسیٰؑ کی نانیاں، دادیاں، وہ کیا تھا؟'' تب مجھے بات سمجھ آ گئی، میں نے قادیانیوں کی ساری کتابیں کھولیں اور اس پادری کو دکھائیں کہ یہاں اس نے عیسائیوں کو دجال کہا، یہاں یہ کہا، وہاں وہ کہا، پادری نے جو کتابیں دیکھیں تو اسے سمجھ آ گئی کہ یہ شمس الدین کا اپنا بیان نہیں، یہ مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے، جب پادری نے سب کچھ دیکھ لیا تو اس نے جا کر اپنے علاقے میں عیسائیوں کو اکٹھا کیا، ایک میٹنگ کی اور کہا کہ ان قادیانیوں سے ہم سارے عیسائی بائیکاٹ کرتے ہیں۔ میں تو جمعہ پڑھا کر واپس آ گیا تھا، مجھے تین دن بعد ساتھی نے فون کر کے کہا: ''مبارک ہو''، میں نے کہا: ''خیر مبارک، پر ہوا کیا؟'' کہنے لگا: ''ہم اس گاؤں میں بڑے عرصے سے کوشش کر رہے تھے کہ کسی طرح قادیانیوں سے مسلمان بائیکاٹ کر لیں مگر ہو نہیں رہا تھا، اب الحمدللہ، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ سب سے پہلے عیسائیوں نے قادیانیوں کا بائیکاٹ کر دیا کہ تم حضرت عیسیٰؑ کے گستاخ ہو لہٰذا تمہارے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں، ہم نے تمہاری دکانوں سے چیزیں نہیں خریدنیں۔'' میں نے بڑے افسوس سے پوچھا کہ وہاں کے مسلمانوں کی اب کیا حالت ہے تو کہنے لگا: ''عیسائیوں کی دیکھا دیکھی اب مسلمانوں نے بھی ان کا بائیکاٹ شروع کر دیا ہے۔'' انھوں نے تو اپنی طرف سے شرارت کی کہ جھگڑا کھڑا ہو جائے، پر اللہ نے ہمیں بچا لیا، ان کا وار ان پر ہی الٹا دیا۔ دعا کریں کہ اول اللہ تعالیٰ ساری قادیانی دنیا کو اسلام کی دولت عطا فرمائے اور میرے والدین کو اسلام کی دولت عطا فرمائے۔

ملفوظاتِ شیخ۔ڈاکٹر فدامحمد صاحب دامت برکاتہ (قسط۔۶۷)

(ظہورالٰہی فاروقی صاحب)

دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن ہے:

فرمایا کہ تفسیرِ ماجدی (اردو) میں حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے Encyclopedia Britannica کی جلد اور صفحے کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن ہے۔ پہلے عنوان قرآن کی پیشن گوئی ہی معجزاتی طور سے ثابت ہے کہ سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن ہے۔ کتاب کے نام کے بعد آدمی کہتا ہے کہ مصنف کون ہوگا؟ اس کا نام دیکھتا ہے۔ قرآن کھولتے ہی بسم اللہ شروع ہوجاتا ہے کہ دینے والی ہستی اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ نام شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ ہمارے حضرت مولانا اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ جو لفظ اللہ ہے اس کا عربی کا مادہ ولہٌ ہے۔ ''ولہٌ'' کہتے ہیں اس محبت کو جس میں انسان اپنے ہوش وحواس گم کر رہا ہو یعنی اللہ وہ ہستی ہے کہ جس کی محبت میں انسان فریفتہ ہو رہا ہو۔ فرماتے تھے کہ اللہ کا معنیٰ ہندی میں حضرت مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے ''من موہن''۔ 'من' کہتے ہیں دل کو اور 'موہن' کہتے ہیں کھینچ لینے والا، یعنی وہ ہستی جو دل کو کھینچ لے، دل کی ساری محبت کے جذبات کو اپنی طرف کھینچ لے۔

لفظ اللہ کا ذکر ہم اسمِ ذات کے طور پر کرواتے ہیں، ایک تو ہم ضربوں والا ذکر کرواتے ہیں، ضربوں والا ذکر آدمی کا مکمل ہوجائے تو پھر ذکرِ اسمِ ذات کراتے ہیں۔ اللہ کی شان، انسان اب کمزور ہیں، ہم خود بھی کمزور ہیں تو انسانوں کی استعدادیں بھی کمزور ہیں، ۶۰۰۰ روزانہ تک اسمِ ذات ہمارے ساتھی کرتے ہیں۔ آدمی جب اسمِ ذات کا ذکر کرتا ہے تو اسمِ ذات کے اندر بجلی کی طرح کی ایک لہر ہے، محبت اور کشش کی، جو کہ سارے بدن میں پھیلتی ہے۔ ایک ساتھی نے بتایا کہ

جب 'اللہ' کا ذکر کرتا ہوں تو ایک دفعہ دائیں طرف کو لہر اُٹھتی ہے بازوؤں میں ٹانگوں میں شوں کر کے نکلتی ہے، بجلی کی روئیں نکلتی ہیں، پھر ایک دفعہ بائیں طرف سے نکلتی ہیں۔ ایک آدمی نے بتایا کہ آپ کو فلاں جگہ میرے جسم پر نظر آیا ہوگا کہ یہاں پر داغ ہوگیا ہے، میں نے کہا: 'ہاں جی'، کہنے لگے کہ کچھ دنوں وہ روبجلی کی ادھر سے نکلتی تھی۔ ادھر سے باہر کو بجلی کی لہر نکلتی تھی تو جہاں سے وہ بجلی کی رو نکلتی تھی اس جگہ کالا داغ ہوگیا ہے۔ واقعی ایسی فریفتگی اور محبت پیدا ہوتی ہے کہ کیا پوچھنا! انسان کوشش کر کے تو دیکھے۔

؎ آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق
جیسے شاخِ گل میں ہو بادِ سحرگاہی کا نم

؎ نام اُن کا اور جاں کے ساز پر
ہر رگِ جاں سازِ اِلّا اللہ ہے

پھر آدمی چاہتا ہے کہ اس کی اور صفات (Qualifications) معلوم ہوں چنانچہ اللہ کے ذاتی نام کے ساتھ صفاتی نام الرّحمٰن، الرّحیم شامل کئے گئے۔ الرّحمٰن وہ صفت ہے جس کے تحت اللہ تعالیٰ کافر کو، ظالم کو، ڈاکو کو، سب کو روزی دیتا ہے، یہ رحمانیت ہے۔ الرّحیم وہ شان ہے جس کے صدقے میں آخرت میں اللہ تعالیٰ مؤمنین کو نجات دے گا اور نعمتیں دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی سخت مزاج اور کنجوس نہیں ہوا ہے بلکہ ہر ولی خوش اخلاق اور سخی ہوا ہے:

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی سخت مزاج اور کنجوس نہیں ہوا ہے بلکہ ہر ولی خوش اخلاق اور سخی ہوا ہے۔ یہ بہت ضروری بات ہے کہ عام زندگی میں آدمی خوش اخلاقی برتے۔ عام زندگی میں تو آدمی تھوڑی دیر کے لئے خوش اخلاقی کر سکتا ہے ملنے ملانے والوں سے، یہ آسان ہوتا ہے، جس طرح محکموں میں ہفتۂ خوش اخلاقی مناتے ہیں، کہتے ہیں کہ چلو سات دن کے لئے خوش اخلاقی کر

لیں گے، پھر دل کھول کر جو چاہیں گے کریں گے۔ عام زندگی میں خوش اخلاقی برتنا آسان ہوتا ہے۔ پھر اپنے محکمے میں جہاں پورے دن کا ساتھ ہوتا ہے، وہاں نسبتاً مشکل ہوتا ہے، پھر اس سے زیادہ مشکل اپنے گھر میں پیش آتی ہے اور سب سے زیادہ مشکل اپنی اہلیہ کے ساتھ خوش اخلاقی برتنا ہے۔ شیطان آدمی سے کسی کا دل دُکھا کر، دل آزاری کرا کے سارا کیا کرایا ضائع کرا دیتا ہے۔

عورتوں کا ہمارا درس ہوتا ہے تو میں وہاں بڑی ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہوں، عورتوں سے عموماً کہتا ہوں کہ نیک بخت عورت تم مجھ سے گھر کے حالات دُرست کرنے کے لئے وظائف پوچھتی ہو اور ایک گھنٹہ وظیفہ کرنے میں لگی رہتی ہو مگر اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھ سکتی جو کہ مسئلے کی جڑ ہے۔ خاوند کہتا ہے کہ کھانا تیار ہے تو بجائے آرام سے کہنے کے کہ ''تیار ہے'' یا ''ابھی تھوڑی دیر میں تیار ہوجائے گا'' اُلٹا جواب دے گی: ''مجھے مشین سمجھ رکھا ہے کہ کھانا تیار ہے''۔ کم نصیب آدمی جو ہوتا ہے اس کے پیٹ میں شیطان انگلی مارتا ہے، اس کو اچھالتا ہے اور پھر اس سے اپنی مرضی کی باتیں نکلواتا ہے اور وہ آدمی خوب اُکڑ اُکڑ کر کہتا ہے کہ آج تو میں نے فلاں کو خوب کھری کھری سنادیں۔ آدمی کا یہ منفی مزاج نہ صرف آخرت بلکہ دنیا کے لحاظ سے بھی نقصان دہ ہے۔

روحانی رہنمائی:

فرمایا کہ میں سرکاری گھر میں کام کرا رہا تھا، افغانی نئے نئے آئے تھے تو ان سے میں نے کہا کہ یہ سیمنٹ کی بڑی سِل ہے، اس کو توڑو اور پھر باہر نکالو۔ انھوں نے پتھر لے کر اس کو کوٹنا شروع کیا، کوٹ کوٹ کر شامت ہوگئی، بیچارے پسینے پسینے ہوگئے تو میں نے کہا ''لگ وار او کڑے!'' (ذرا صبر کرو) وہ پتھر میں نے اُٹھایا اوپر جہاں تک ہو سکا اور اس کو اٹھا کر نیچے پھینک دیا۔ وہ زور سے گرا، جتنی قوت سے کوٹ رہے تھے اس سے دس گنا قوت ہوگئی، کششِ ثقل اس میں شامل ہوگئی۔ اس طرح وہ پتھر آسانی سے ٹوٹ گیا اور وہ مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ شاید کوئی دَم وغیرہ ہے، وہ دَم تو نہیں تھا، منصوبہ بندی تھی۔ میں نے کہا اب اس کو باہر نکالو۔ وہ مضبوط افغانی تھے، پتھروں

کو پکڑ کر کھینچنے لگے۔ میں نے کہا: ’ذرا صبر کرو!‘ میں دو ڈنڈے لے کر آیا اور کہا: ’’دا ورتہ اَڑم کڑے‘‘ (یعنی ان کے نیچے اٹکا دو) تو جب میں نے ڈنڈوں کے زور سے دھکیلا تو پتھر جلدی سے آگے پھسل رہا تھا۔ وہ بڑے متعجب ہوئے کہ ’’یارا عجیبه زور دے حاجی صاحب کے‘‘ (کہ حاجی صاحب میں تو عجیب زور ہے) یہ زور نہیں تھا، منصوبہ بندی تھی۔

تو ایسے ہی اہلُ اللہ کو آخرت کے روحانی اعمال کا، روحانی ترقی کا تجربہ ہوتا ہے اور اس تجربے کی بنیاد پر آپ سے تھوڑا کام کرائیں گے، تھوڑا وقت لیں گے، تھوڑا مال، تھوڑی جان لگے گی اور نتائج بہت زیادہ حاصل ہوں گے کیونکہ اس آدمی کو منصوبہ بندی کا پتہ ہے، طریقۂ کار کا پتہ ہے۔ بیعت ہونے کے بعد روحانی رہنمائی اسی چیز کو کہتے ہیں۔

قرآن پاک کی تعلیمات کے تین بڑے ستون توحید، رسالت اور آخرت ہیں:

فرمایا کہ قرآن پاک کی تعلیمات کے تین بڑے ستون ہیں: توحید، رسالت اور آخرت۔ قرآن پاک نے زیادہ بیان بھی انہی کو کیا ہوا ہے، اور ان کی وجہ سے انسان کے اندر جو بنیاد بنتی ہے، جو اللہ کا تعلق بنتا ہے، جو یقین بنتا ہے اور انسان کے اندر جو مانگنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے عطا کی امید پیدا ہوتی ہے وہ لاجواب کیفیت ہے۔ لہٰذا ان مضامین کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ نے اپنا تعارف کرایا ہے، انسانوں پر اپنے احسانات، اپنی قدرت، اپنی شان، کائنات میں پھیلی ہوئی اپنی نشانیاں، انسان کے بدن میں پھیلی ہوئی اپنی نشانیاں، اس پر احسانات، ان چیزوں کا تذکرہ کیا گیا ہے تاکہ اللہ کی پہچان اور معرفت پیدا ہو۔ کسی سے فوائد اُس کی پوری پہچان اور معرفت کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں۔ اللہ کی پہچان، قدرتوں والا، کتنی شان والا، کبریائی والا، بڑائی والا، سارے مالی وسائل واسباب اس کے آگے سرنگوں ہیں، اس کے آگے بے حیثیت ہیں، بے حقیقت ہیں اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ (البروج:١٦) اور اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (یٰسٓ:۸۲)

اس کی شان ہے، کبریائی ہے، قوت ہے، عظمت ہے، جبروت ہے اور اس کا حکم جاری وساری ہے، ہر چیز پر حاوی ہے، یہ اللہ کی ایک پہچان ہے، یہ بیان کی گئی۔ رکوعوں کے رکوع ہیں جو قرآنِ پاک کے ان مضامین کو بیان کرتے ہیں۔ تم بارشیں برساتے ہو کہ ہم بارشیں برساتے ہیں، تم کھیتی اگاتے ہو کہ ہم کھیتی اگاتے ہیں، اور بھی اس طرح کے تذکرے ہیں۔

پھر رسالت ہے، جناب رسول اللہ ﷺ کی شان کو بیان کیا گیا، آپ ﷺ کے احسانات کو بیان کیا گیا، آپ ﷺ کے کمالات کو بیان کیا گیا تاکہ آپ ﷺ کی پہچان ہو اور پتہ چلے کہ ان کے مسائل کے حل کروانے والی شخصیت کون ہے اور انسانوں کے لئے ان ساری چیزوں کا بندوبست کرنے والی شخصیت کون ہے، اس کو بیان کیا گیا ہے۔

پھر آخرت میں کھڑا ہونا اللہ کے ہاں بیان کیا گیا ہے۔ خوف کے راستے انسان کے اندر یقین کو پکا کرنے کیلئے جہنم کی ہولناکیاں بیان کی گئیں ہیں۔ سبحان اللہ! تو ایسے ہی جنت کی رعنائیاں ہیں، اس میں کشش پیدا کرنے کے لئے۔ پھر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واقعات ہیں جو بتارہے ہیں کہ ایسے ایسے حالات آئے، ایسے ایسے اعمال ہوئے اور ایسا ایسا عزم (Stand) کیا ان انبیاء علیہم السلام کی شخصیات نے اور یہ اُس کے نتائج ہوئے۔ بحیرۂ قلزم کے کنارے موسیٰ علیہ السلام پر سخت اضطراب (Tension) کے حالات آئے، آگے سمندر ہے اور پیچھے فرعون کا لشکر، جمے ہیں، کھڑے ہوئے ہیں اور فرعون کی اتنی عظیم قوت کے آگے اللہ نے مدد فرمائی ہے کہ سمندر میں سے راستے بنا کر نکالا ہے، پوری تفصیلات ہیں۔ یہ انبیاء علیہم السلام کے واقعات ہیں جو اس یقین کو پکا کرنے کے لئے ہیں۔ شوق اور خوف یہ دو استعدادیں ہیں انسان کی، ان دونوں کو جنت کی رعنائیوں اور جہنم کی ہولناکیوں سے جھنجھوڑا گیا ہے، بیدار (Appeal) کیا گیا ہے۔ اس سے انسان کی شخصیت اور اس کا باطن بنتا ہے، یقین اور حوصلہ پیدا ہوتا ہے، ہمت بنتی ہے، اس پر بہت

وقت لگتا ہے، کام کرنا پڑتا ہے ایک دو دن کی بات نہیں ہے۔ احکامات کو کل ۵۰۰ آیتوں میں بیان کر دیا گیا ہے۔ ان آئینی دستاویز کی کل ۵۰۰ شقیں ہیں جس میں فرد سے لے کر معاشرے تک اور گھر سے لے کر مملکت تک، جنگ و صلح کے سارے اُصول، معیشت، معاشرت، قضا، سیاست، ساری چیزیں بیان کی گئی ہیں۔ جبکہ باقی سارا قرآن توحید، رسالت، آخرت کو بیان کر رہا ہے۔

اب آخری بات یہ ہے کہ جو پہلی چیز ہے اس کو وجود میں لانے کیلئے مہم (Important) کام کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ کیسے ہوگا؟ اور انسان میں اللہ، رسول اور آخرت کی وابستگی کیسے پیدا ہو؟ اس کے لئے ایک تو مدارس میں پڑھا جاتا ہے جس سے معلومات جمع کی جاتی ہیں۔ اس کو جم کر بولیں گے واعظین، مبلغین اور داعیین اس کو بولیں گے اور عوام اس کو اخذ کرنے کی کیفیت کے ساتھ سنیں گے۔ تبلیغ والے حضرات کسی نہ کسی درجے میں کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی گہرائی کو مشائخ و صوفیاء مجالس میں ایک خاص کیفیت کے ساتھ بیان کریں گے اور سننے والے اس کو لینے کی نیت سے سنیں گے تو اللہ اور رسول سے تعلق اور محبت پیدا ہوگی اور اس کو علیحدہ علیحدہ بیٹھ کر پڑھیں گے، غور کریں گے، اس پر مراقب ہوں گے یعنی دھیان جمائیں گے تو یہ چیز اندر جڑ پکڑے گی۔

یہ اصلاحی ترتیب اور خانقاہی نظام اتنا پھیلا ہوا ہونے کی ضرورت ہے جتنے آپ کے تندور ہیں، جتنی کریانے کی دُکانیں ہیں، اتنا اس کا چرچا ہوگا جس کا سوواں حصہ بھی معاشرے میں نہیں ہے، اتنا اس کا چرچا کرنے کی ضرورت ہے اور اتنے مدارس کی ضرورت ہوگی۔

اللہ کا تعلق کثرتِ ذکر اور کثرتِ نوافل کو نہیں کہتے بلکہ یہ باطن کے درست ہونے کو کہتے ہیں:

فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک میواتی نے حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کی۔ میں بھی میواتیوں کے علاقے میں گیا ہوا ہوں۔ بڑا کارنامہ ان کا یہ ہوتا ہے کہ دَلی ہوئی گندم کو اُبال کر اُس میں بھینس کا خالص دودھ ڈال کر اور اس میں گڑ یا شکر ڈال کر مہمان کو کھلاتے ہیں، اسے کھیر کہتے

ہیں۔ یہ اُن کی بڑی زبردست دعوت ہوتی ہے۔ میواتی نے اپنی بیوی سے کہا کہ کھیر پکا لو۔ اس نے کھیر پکائی لیکن غلطی سے کھانڈ (چینی) کے بجائے نمک ڈال دیا کیونکہ کھانڈ بھی سفید ہوتی ہے، تو جتنی مقدار میں چینی ڈالنی تھی اتنا نمک ڈال دیا۔ حضرت مولانا الیاسؒ نے اس کو بغیر کسی ناگواری کے کھالیا، الحمدللہ پڑھا اور اُس آدمی سے کہا کہ آپ میرے ساتھ آئیں، ساتھ لیا اور تین دن کے لئے جماعت میں بھیج دیا، اس خطرے کے پیشِ نظر کے بعد میں یہ گھر جائے گا اور خود کھائے گا تو کرے گا بیوی کی پٹائی اور دیہاتی آدمی ہے، اُس کی ہڈی پسلی توڑ دے گا اور اس بیچاری نے اس کو پکایا، اتنی تکلیف برداشت کی اور اب شکریہ اور دُعائیہ کلمات کے بجائے اس کی پٹائی ہوگی، لہٰذا اس کو ساتھ لے جانا چاہئے۔ کچھ عرصہ بعد اس آدمی کو پتہ چلا کہ حضرت صاحبؒ نے وہ نمک والی کھیر کھالی تھی اور بولے تک نہیں! تو بھائی میرے اس کو ولایت کہتے ہیں۔ ولایت کثرتِ تہجد کو نہیں کہتے، یہ میں آپ کو صاف بتادوں۔ اللہ کا تعلق، کثرتِ ذکر اور کثرتِ نوافل کو نہیں کہتے بلکہ یہ باطن کے درست ہونے کو کہتے ہیں۔ ذِکر کا ثواب ضرور ہے، تہجد کا ثواب ہوجاتا ہے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ باطن بن رہا ہے کہ بگڑ رہا ہے!

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

اطلاع

آئندہ ماہانہ اجتماع انشاءاللہ ۲۵ اپریل ۲۰۱۵ء بروز ہفتہ لوندخوڑ میں منعقد ہوگا۔ بیان مغرب کی نماز کے بعد ہوگا۔ ساتھی ظہر کی نماز کے بعد خانقاہ سے روانہ ہوں گے۔ برائے رابطہ 0332 193 8443

خطوط

۱۔ ایک اصلاحی خط

(پروفیسر ڈاکٹر قیصر صاحب کے مرید جناب فہیم صاحب، سوات یونیورسٹی)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت جی امید ہے بخیریت ہونگے۔ الحمدللہ ''فیضِ شیخ'' کتاب کا مکمل مطالعہ کیا۔ بہت کچھ سیکھنے کو ملا، مثلاً کس طرح اپنے خیالات ہی کو دوسرے خیالات میں بدلنے سے انسان کو بہت کچھ مل جاتا ہے۔ اگر آدمی کے خیالات کا رخ ٹھیک ہوجائے تو صرف فرائض اور واجبات کی ادائیگی اور معروف کبائر سے اجتناب اسے ولیٔ کامل کردیتا ہے۔(۱)

حضرت بھلے شاہؒ فرماتے ہیں: ''اصلاحِ قلب کوئی مشکل کام نہیں صرف اتنی سی بات ہے کہ اپنے خیال کو ایک جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ مشغول کردینا ہے۔''

بھلیا دل دا کی سمجھا نڑاں
ایتھوں پٹڑاں اُوتھے لانڑاں

اصلاحِ باطن کے ائمہ کے نزدیک اصلاحِ قلب میں تین چیزیں اصل ہیں۔

۱۔ ارادت ۲۔ صحبت ۳۔ اصلاحی ذکر

کفار سے جہاد کرنے کو 'جہادِ اصغر' جبکہ نفس سے جہاد کرنے کو 'جہادِ اکبر' کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک غزوہ سے مدینہ پاک واپسی پر فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رجعنا من الجهاد الأ صغر الٰی الجهاد الأ کبر ای جهاد النفس.(۲)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ کا بے حد احترام کرتے

تھے۔کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا: ''میں کتاب کا عالم ہوں، وہ اللہ کے عالم ہیں۔''

حدیث قدسی: جب میں بندے کو اس کی نفلی عبادتوں کی وجہ سے قرب عطا کر دیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے۔یعنی اس کا دیکھنا، سننا اور حرکات سب لِلّٰہ، فی اللہ اور مِن اللہ ہوتی ہیں۔

انوارِ نبوت کا محل کاغذ نہیں بن سکتا، نور کا محل تو مومن کا قلب ہی ہوسکتا ہے۔جس طرح علومِ نبوت کتابوں سے کتابوں میں منتقل ہوتے آرہے ہیں اسی طرح انوارِ نبوت سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتے آرہے ہیں۔

اپنے شیخ کے متعلق یہ یقین رکھنا کہ دنیا میں اس کے علاوہ مجھ کو کوئی مطلوب تک نہیں پہنچا سکتا، اسے 'توحیدِ مطلب' کہتے ہیں۔

الحمدللہ کتاب میں درج کافی ساری باتیں مجھے حاصل تھیں۔ذکر کی تعداد اور طریقہ کچھ مختلف لکھا گیا تھا، مثلاً طریقۂ پاس انفاس کی مجھے سمجھ نہیں آئی۔(۳)

کتاب کے آخری حصہ میں اتباعِ سنت کی اہمیت بیان ہوئی ہے کہ سنت پر عمل پیرا ہونے سے، جبکہ وہ سنت رواج سے نکل چکی ہو، اس پر سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

سب سے زبردست حدیث جو مجھے معلوم ہوئی وہ یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کوئی شخص بغیر شہادت کے بھی شہیدوں کے ساتھ ہوسکتا ہے۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دن رات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرے وہ ہوسکتا ہے۔

کتاب میں مراقبے کی دو قسمیں بتائی ہیں: مراقبۂ معیت اور مراقبۂ دعائیہ۔مراقبہ کے لئے تو میں کوئی خاص وقت نہیں دیتا لیکن دن رات کے اکثر اوقات میں اللہ تعالیٰ کی موجودگی اور

حاضر وناظر ہونے کا تصور کرتا رہتا ہوں، یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔

کیا مراقبہ اور جہری ذکر ایک ساتھ ہو سکتے ہیں؟(۴)

'ذکر' اور 'شغل' میں کیا فرق ہے؟ اس بارے میں آگاہ فرمائیے۔(۵)

جزاکم اللہ خیرا

فہیم، سوات

جوابات: (از حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم)

(۱) فرض، واجب اور سنتِ مؤکدہ ضروری دین ہے۔ کسی سنتِ مؤکدہ کا دائمی ترک کر دینا گناہِ کبیرہ ہے۔ ''تمام امور کا دین ہونا یقینی اور داخلِ ایمان ہے اور ان پر ایمان لانا فرض ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ ان پر عمل کرنا ضروری اور فرض ہے جیسا کہ بظاہر متوہم ہوتا ہے (یعنی خیال میں آتا ہے) اس لئے کہ ضروریاتِ دین میں بہت سے اُمور شرعاً مباح بھی ہوتے ہیں (ظاہر ہے کہ ان پر عمل کرنا فرض نہیں ہوسکتا بلکہ مستحب ہی رہتا ہے) مگر ان کے مستحب یا مباح ہونے پر ایمان لانا یقیناً فرض اور داخلِ ایمان ہے اور بطورِ عناد (بغض) ان کا انکار کرنا موجبِ کفر ہے۔ مثلاً مسواک کرنا تو ایک مستحب ہے مگر اس کے مستحب ہونے پر ایمان لانا فرض ہے۔ جو شخص مسواک کے مستحب ہونے سے انکار کرتا ہے وہ کافر ہے۔''

(**اکفار الملحدین** از علامہ انور شاہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ صفحہ ۴۹۔ اشاعت اول)

ترکِ سنت دماغ میں بے وقوفی اور دل میں کفر کے جراثیم کی نشاندہی ہے۔

(**البنیان المشید** از حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمتہ اللہ علیہ)

(۲) کفار سے لڑنا جسے قتال کہتے ہیں اور دین کے فروغ کے سارے شعبوں میں پوری توانائی کا استعمال کرنا جہاد کہلاتا ہے۔ حدیثِ بالا میں اصلاحِ نفس کو جہادِ اکبر کہا گیا جبکہ قتال کو جہادِ اصغر، لیکن جب قتال شروع ہو جاتا ہے تو اس دوران قتال سارے دینی شعبوں پر سبقت حاصل کر لیتا ہے۔

چنانچہ بدر کے دن آپ ﷺ نے قتال کی ضرورت کے پیشِ نظر ۱۷ رمضان المبارک کا روزہ توڑنے کی تاکید فرمائی جبکہ غزوۂ خندق میں جہاد کی مشکلات کے پیشِ نظر چار نمازیں قضا ہوئیں جنھیں بعد میں پڑھا گیا۔

(۳) ہر شیخ کی ذکر اور مراقبات کی اپنی ترتیب ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں آدمی کو اپنے شیخ سے ہی راہنمائی لینی ہوتی ہے۔

(۴) دونوں کے لئے جدا وقت ہی ضروری ہے۔

(۵) جب ذکر کے ساتھ کوئی اضافی کام کیا جائے تو اسے شُغل کہتے ہیں جیسے لا الٰہ الا اللہ کے ذکر کے ساتھ ضرب لگا کر سر اور گردن کو جھٹکا دینا۔

۲۔ ایک فکر انگیز خط

(ڈاکٹر یاسر نسیم صاحب، سعودی عرب)

کرغزستان کے ساتھیوں سے انٹرنیٹ پر بات ہوتی رہتی ہے۔ یہ سن کر بہت افسوس ہوا کہ غیروں نے فساد پھیلانے کے لئے ادھر بھی قادیانی فرقہ کو میدان میں اتار دیا ہے۔ پورے روس میں دین سب سے زیادہ اسی ریاست میں پروان چڑھ رہا تھا۔ ان نونہال مسلمانوں کو بد دین کرنے کے لئے اس ملک کے دار الخلافہ میں قادیانیوں نے اجتماع کیا اور بالکل تبلیغی جماعت والوں کی طرز کا اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا۔

یہ قادیانی ادھر کے غریب لوگوں کو پیسے دیتے ہیں اور اپنا کام کرواتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ادھر کے سب سے بڑے مفتی جو کہ مذہبی امور سنبھالے ہوئے ہیں، وہ رائیونڈ سے فارغ التحصیل عالم ہیں اور ہر ایک فیصلہ کرنے سے پہلے حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب سے مشورہ کرتے ہیں۔ ان مفتی صاحب کا نام مولانا مقصد داملا ہے۔ جب میں ادھر سٹوڈنٹ تھا تو یہ لوگ مجھ سے ہی

اردو میں خط لکھوا کر رائیونڈ اور ہندوستان کے مرکز کو بھجواتے تھے، اس لئے اب بھی مجھ سے کبھی کبھی بات کرتے ہیں۔ قادیانیوں کی وجہ سے وہ بھی کافی پریشان تھے۔ جب میں وہاں تھا تو تبلیغ کا کام صرف شروع ہوا تھا۔ کافی مشکلات تھیں اس وقت۔ مجھے کبھی کبھی کارگزاری سننے کے لئے بٹھا دیتے تھے۔ بعض مسجدوں میں ایک دو بندے بہت اعتراض کرنے والے مل جاتے تھے۔ تبلیغی کام پر بہت زیادہ تنقید کرتے۔ جب ہم ان ساتھیوں کا کھوج لگاتے تو وہ یا اہلِ حدیث نکلتے یا پھر قادیانیوں کا کوئی بندہ۔ ایک مرتبہ ہمارا ایک ساتھی جو کہ کشمیری تھا وہ بھی پیسوں کی لالچ میں ان کے کمرے تک گیا۔ بعد میں وہ مجھے بتا رہا تھا کہ ان کے کمرے میں ایک تصویر تھی اور جائے نماز پر بٹھا کر مجھے کہہ رہے تھے کہ قادیانی ہو جاؤ اور اس کو سجدہ کرو۔

پہلے یہ لوگ چھپے ہوئے تھے۔ اب کرغز لوگ دین کی طرف کافی راغب ہو گئے ہیں اور بہت سے لوگ شریعت کے مطابق زندگی گزارتے ہیں، عورتیں کھلے عام پردہ کر رہی ہیں، تو اب ان قادیانیوں نے بھی کھلے عام کام شروع کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ اگر اللہ تعالیٰ کچھ ختمِ نبوت کا کام مجھ ناکارہ سے بھی لے لے تو شاید میرا کچھ بن جائے۔

کرغزستان میں ایک مدرسہ ہے عبداللہ بن مسعودؓ کے نام سے جو کہ رائیونڈ کے مشورہ سے چل رہا ہے۔ اس مدرسے کے طلباء دورہ حدیث کرنے کے لئے پاکستان آتے تھے اور کراچی کے مدرسوں میں دورہ حدیث کرتے تھے۔ پاکستانی حکومت نے اس پر بھی پابندی لگا دی ہے۔ اب ویزہ ہی نہیں دے رہے۔ دو طالب علم کچھ عرصہ پہلے بڑی مشکل سے کراچی آئے ہیں، ایک کا نام عمر ہے اور دوسرا عبدالخالق۔ اس سلسلے میں بھی دعاؤں کی درخواست ہے۔

اگر خط میں کوئی غلطی ہوئی ہو تو معافی کا طلبگار ہوں۔

آپ کا خادم

یاسر نسیم، سعودی عرب

نمازیں

(قسط۔۵)

(قاضی فضل واحد صاحب)

نمازِ تراویح عہدِ نبوی ﷺ میں

حضور ﷺ نے نمازِ تراویح رمضان کا پورا مہینہ نہیں پڑھائی، بلکہ صرف تین دن یعنی رمضان کی صرف ۲۳، ۲۵ اور ۲۷ کی رات میں آپ ﷺ نے نماز تراویح پڑھائی۔ بقیہ ایام میں آپ ﷺ نے نمازِ تراویح اس خدشہ کی وجہ سے نہیں پڑھائی کہ کہیں اتنا اہتمام کرنے کی وجہ سے یہ فرض نہ ہو جائے اور لوگ اس کے ادا کرنے سے عاجز آ جائیں، ورنہ حضور ﷺ کی اپنی خواہش تو یہی تھی کہ نمازِ تراویح اہتمام سے پڑھی جائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی یہی چاہتے تھے۔اسی وجہ سے آپ ﷺ نے جب پہلی مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ نمازِ تراویح پڑھائی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد پہلے سے زیادہ تھی اور جب آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ پڑھائی تو مسجد نمازیوں کے لئے تنگ ہوگئی۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان المبارک کے روزے رکھے۔ پس آپ ﷺ نے ہمیں پورا ماہ کوئی نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ سات دن باقی رہ گئے تو آپ ﷺ نے ہمیں رات کے تہائی حصے تک نماز تراویح پڑھائی۔ پھر جب چھ دن باقی رہ گئے تو آپ ﷺ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی پھر جب پانچ دن باقی رہ گئے تو آپ ﷺ نے ہمیں نصف رات تک نماز پڑھائی۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر آپ ﷺ ہمیں پوری رات نماز پڑھاتے (تو بہت اچھا ہوتا)'' تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص نماز عشاء امام کے ساتھ پڑھ کر چلا جائے تو اسے پوری رات نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ جب چار دن باقی رہ گئے تو آپ ﷺ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی۔ پھر

جب تین دن رہ گئے تو آپ ﷺ نے اپنے گھر والوں کو اور اپنی بیویوں کو اور لوگوں کو جمع فرمایا اور ہمیں اتنی لمبی نماز پڑھائی کہ ہمیں ڈر ہوا کہ کہیں ہم سے فلاح نہ چھوٹ جائے۔ راوی سے پوچھا گیا ''فلاح کیا چیز ہے؟'' تو انہوں نے بتایا کہ 'فلاح' سے مراد سحری کا کھانا ہے۔ پھر بقیہ ماہ آپ ﷺ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی۔ (ترمذی ج ا ص ۱۶۶ بحوالہ مجموعۂ نفلی عبادات)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان المبارک میں بیس رکعات پڑھتے تھے۔ (بیہقی صفحہ ۴۹۶ جلد ۲، طبرانی کبیر بحوالہ نماز مدلل فیض احمد ملتانیؒ)

فضائل نمازِ تراویح:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان المبارک میں جو شخص ایمان کے ساتھ اور ثواب کی امید کرتے ہوئے قیام (نمازِ تراویح) کرے تو اس کے گزشتہ سب گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۲۶۹)

حضرت عبدالرحمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ رمضان کے مہینے کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ ایسا مہینہ ہے جس کے روزوں کو اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کیا ہے، اور اس کے قیام (نمازِ تراویح) کو میں نے تمہارے لئے سنت قرار دیا ہے۔ پس جو شخص ایمان کے ساتھ اور ثواب کی امید کرتے ہوئے اس کے روزے رکھے اور نمازِ تراویح پڑھے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے گا جیسے وہ اسی دن اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

(ابنِ ماجہ صفحہ ۹۵ بحوالہ مجموعۂ نفلی عبادات)

نمازِ تراویح عہدِ فاروقی میں

بہر حال حضور ﷺ کے وصال کے بعد جب نماز تراویح کے فرض ہونے کا امکان ختم ہو گیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خواہش اور آپ ﷺ کے طریقے کے عین مطابق بیس رکعات نماز تراویح کا باجماعت اہتمام کرنے کا حکم فرمایا اور وہی طرز آج تک امت کے اندر

جاری ہے، جس پر نہ تو اس دور کے صحابہ کرامؓ نے نکیر (رد) فرمائی اور نہ ہی بعد کے فقہاء ومحدثین نے کوئی جرح کی۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ بیس رکعات نمازِ تراویح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اپنی ایجاد نہیں تھی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا طرزِ عمل تھا۔

حضرت یزید بن رومانؒ ایک تابعی ہیں، وہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں لوگ رمضان کے مہینے میں تئیس (۲۳) رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ (موطا امام مالک صفحہ ۴۳)

اس روایت میں بیس رکعات نمازِ تراویح کے ساتھ تین رکعات وتر کو شامل کیا ہے۔ (مجموعۂ نفلی عبادات)

علامہ نووی شافعیؒ شرح المہذب صفحہ ۳۲ جلد ۴ پر نمازِ تراویح پر بحث کرتے ہوئے اِرقام فرما ہیں:

نمازِ تراویح بیس رکعت ہے۔ ہمارا مذہب یہی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور آپؒ کے اصحاب اور امام احمد بن حنبلؒ اور امام داؤد ظاہریؒ اور دوسرے علما کا یہی قول ہے اور قاضی عیاض مالکیؒ نے بھی جمہور علما کا یہی مسلک نقل کیا ہے۔

الحاصل بیس رکعت تراویح جمہور صحابہ کرامؓ وتابعین کا مسلسل عمل ہے جو اجماع کی ایک شکل ہے۔

ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے۔ چودہ صدیوں سے اہلِ اسلام اسی پر عمل پیرا چلے آرہے ہیں۔

(نماز مدلل مولانا فیض احمد ملتانی)

نفل

(جمع: نوافل۔ عربی اصطلاح)

شرع میں وہ کام جو بندہ اپنی مرضی ومنشاء سے کرے فرض نہیں ہوتا۔ نہ کرنا گناہ نہیں مگر کرنے سے ثواب ضرور ملتا ہے۔ اگر کوئی شخص رمضان کے علاوہ روزہ رکھ لے، کسی وقت نماز زائد پڑھ لے تو یہ نفل کے روزے یا نماز کہلائیں گے۔

قرآن مجید میں ’نافلہ‘ کا لفظ دو مقام پر آیا ہے۔ حدیث شریف میں بھی یہ لفظ متعدد مقامات پر آیا ہے۔

’مستحب‘ اور ’مندوب‘ بھی انہی معنوں میں آتے ہیں۔ (اسلامی انسائیکلوپیڈیا)

'انفال' نفل کی جمع ہے جس کے معنی ہیں فضل وانعام، نفلی نماز، روزہ۔ صدقہ کو بھی نفل اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ کسی کے ذمہ لازم وواجب نہیں، کرنے والے اپنی خوشی سے کرتے ہیں۔

(تفسیر معارف القرآن)

'انفال' نفل کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں جس قدر واجب ہو اس پر اضافہ اور زیادتی اور اسے 'نافلہ' بھی کہا جاتا ہے۔ اسی معنیٰ میں نفلی نماز ہے۔ 'النوفل' کے معنی ہیں 'عطائے کثیر'۔

(دیکھئے مفردات ولسان العرب، تحت نفل۔ بحوالہ: دائرۃ المعارف الاسلامیہ)

نوافل: ماخوذ از سلوک سلیمانی جلد۲

نوافل فرائض کا تکملہ، عبادات کی رونق، عبدیت کی بہار، للّٰہیت کا نشان، عبد ومعبود کا مکالمہ اور تعلق ومعرفت الٰہیہ کا کامیاب ذریعہ وسبب ہیں۔ فرائض کا کمال نوافل کے اہتمام سے میسر آتا ہے۔ نوافل جس قدر جاندار ہوں گے، ان کا اثر فرائض پر مرتب ہوگا۔ قیامت میں بھی فرائض کی کمی نوافل سے پوری کی جائے گی۔ چنانچہ امام ترمذیؒ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ قیامت میں بندہ کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ اگر نماز صحیح ٹھہری تو فلاح ونجات پا جائے گا اور اگر نماز خراب نکلی، تباہ اور نقصان اٹھانے والوں میں ہو جائے گا۔ اگر فرض نماز میں کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرے بندے کی نفلی نمازوں کو دیکھو اور فرائض میں جو کمی رہ گئی ہو وہ نوافل سے پوری کرو۔ پھر اس کے باقی اعمال کا فیصلہ بھی اسی اصول پر کیا جائے گا۔'' (جامع ترمذی)

نوافل کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر سیدی الامام قدس سرہٗ علامہ سید سلیمان ندویؒ طالبین کو ہمیشہ نوافل کے اہتمام وپابندی کا حکم فرماتے تھے۔ سنن مؤکدہ اور مستحبہ کے علاوہ نمازِ تہجد، اشراق، چاشت اور اوابین کی تلقین فرماتے تھے۔ چنانچہ مختلف طالبین کو اِرقام فرماتے ہیں:

(۱) نمازِ پنجگانہ کے علاوہ حسبِ ذیل نمازوں پر حتی الامکان مداومت کیجئے۔ نمازِ تہجد، بعد مغرب چھ رکعات نفل، اگر بعذر کبھی چھوٹ جائیں تو حرج نہیں۔

(۲) تہجد کی آٹھ سے بارہ رکعتوں تک پڑھا کریں۔ اشراق کی چار اور اوابین کی چھ رکعات پڑھیں۔

(۳) آپ تہجد اور نوافلِ اوابین چھ رکعات سنتِ مغرب اور چار رکعات اشراق جب آفتاب کچھ نکل کر بلند ہوجائے اور تہجد میں چھ رکعات سے بارہ رکعات تک نصف شب کے بعد پڑھا کریں۔

(۴) اشراق ضرور پڑھیں، چاشت کی نماز بھی پڑھا کریں۔ مغرب کے بعد اوابین پر قناعت کیجئے۔ ہوسکے تو تہجد کی مداومت اختیار کیجئے۔

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

''دو باتوں کا خاص لحاظ رکھا جائے۔ اول فرائض کی ادائیگی کا پورا پورا اہتمام، دوم نوافلِ مسنون اور اذکار کی کثرت۔ ان کے علاوہ ہر قسم کے گناہوں سے احتراز کا اہتمام رکھا جائے کہ دل میں تقویٰ کی کیفیت پیدا ہو۔'' (سلوک سلیمانی جلد۲، صفحہ۲۷۳، ۲۷۴)

نوافل اور ان کی افادیت:

کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ نوافل کی کوئی اہمیت وافادیت ہی نہیں بلکہ ان کی اہمیت وافادیت تو اپنی جگہ مسلم ہے کیونکہ نوافل کی حیثیت وحقیقت دراصل فرائض کے لئے مکملات کی ہے۔ فرائض وواجبات میں کمی اور کوتاہی رہ جائے گی، اس کی تکمیل نوافل سے ہی کی جائے گی۔ نبی معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''أَلا أُدُلُّکَ عَلٰی أَبْوَابِ الْخَیْرِ'' کے ارشاد سے اس پر روشنی ڈالی ہے اور بعض نفلی عبادات کی افادیت بیان فرمائی ہے، پس فرائض وواجبات کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نوافل ومستحبات پر توجہ دیتے رہنے کی بھی ضرورت ہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقِ فَاِنَّهٗ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ جَلَّ جَلَالُهٗ (تحفہ علم وحکمت صفحہ۵۰۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد نوافل والے کے حق میں:

حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے میری طرف

سے اس کو لڑائی کا اعلان ہے اور کوئی شخص میرا قرب اس چیز کی نسبت زیادہ حاصل نہیں کرسکتا جو میں نے اس پر فرض کی ہے، یعنی سب سے زیادہ قرب اور نزدیکی مجھ سے فرائض کے ادا کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور نوافل کی وجہ سے بندہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔ (جمع الفوائد بحوالہ حکایاتِ صحابہؓ نیز تیسیر ذکر، عبدالقیوم ندویؒ)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے فرض نماز کا حساب کیا جائے گا، اگر نماز اچھی نکلی تو وہ شخص کامیاب ہوگا اور بامراد اور اگر نماز بیکار ثابت ہوئی تو وہ نامراد، خسارہ میں ہوگا اور اگر نماز میں کچھ کمی پائی گئی تو ارشاد خداوندی ہوگا کہ دیکھو اس بندہ کے پاس کچھ نفلیں بھی ہیں، جن سے فرضوں کی تکمیل کردی جائے گی۔ اس کے بعد پھر اسی طرح باقی اعمال روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کا حساب بھی ہوگا۔

فائدہ: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آدمی کو نفلوں کا ذخیرہ بھی اپنے پاس کافی رکھنا چاہئے کہ اگر فرضوں میں کچھ کوتاہی نکلے تو میزان پوری ہوجائے۔ بہت سے لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ جی ہم سے فرض ہی پورے ہوجائیں تو بہت غنیمت ہے، نفلیں پڑھنا تو بڑے آدمیوں کا کام ہے۔ اس میں شک نہیں کہ فرض ہی اگر پورے ہوجائیں تو بہت کافی ہیں، لیکن ان کا بالکل پورا پورا ادا ہوجانا کون سا سہل کام ہے، کہ ہر چیز بالکل پوری ادا ہوجائے اور جب تھوڑی بہت کوتاہی ہے ہی تو اس کے پورا کرنے کے لئے نفلوں کے بغیر چارہ کار نہیں۔

ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون زیادہ وضاحت سے آیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادات میں سے سب سے پہلے نماز کو فرض فرمایا ہے اور سب سے پہلے اعمال میں سے نماز ہی کا حساب ہوگا۔ اگر فرض نمازوں میں کچھ کمی رہ گئی ہو تو نفلوں سے اس کو پورا کیا جائے گا اور فرض روزوں میں جو کمی ہوگی وہ نفل روزوں سے پوری کردی جائے گی اور پھر زکوٰۃ کا حساب اسی طریقہ سے ہوگا۔ ان سب چیزوں میں نوافل کو ملا کر بھی اگر نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگیا تو وہ شخص خوشی خوشی جنت میں داخل ہوجائے گا، ورنہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (بحوالہ فضائلِ نماز) (جاری ہے)